تبلیغی جماعت
جماعت اسلامی
اور بریلوی حضرات

مولانا محمد منظور نعمانیؒ

ناشر مجلس نشریات اسلام
۱-کے-۳-ناظم آباد نمبر۱ کراچی نمبر۱۸

تبلیغی جماعت

جماعتِ اسلامی اور بریلوی حضرات

مُرتّبہ
مولانا محمد منظور نعمانی

مجلسِ نشریاتِ اسلام
۱۔کے۔۳۰ ناظم آباد مینشن۔ناظم آباد نمبر۱ کراچی

نام کتاب ــــــــــ تبلیغی جماعت، جماعت اسلامی اور بریلوی حضرات

تصنیف ــــــــــ مولانا محمد منظور نعمانی

طباعت ــــــــــ شکیل پرنٹنگ پریس کراچی

اشاعت ــــــــــ سنہ ۱۹۹۶ء

ضخامت ــــــــــ ۸۰ صفحات

ٹیلیفون

۶۲۱۸۱۷

ناشر

فضل ربی ندوی

مجلس نشریاتِ اسلام ۱-کے-۳ ناظم آباد مینشن، ناظم آباد ۱، کراچی ۱۸

فہرستِ مضامین

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تعارف

اس چھوٹی سی کتاب میں "تبلیغی جماعت" اور اس کے کام سے متعلق پانچ مضمون شائع کئے جا رہے ہیں — یہ مضامین مختلف اوقات میں ماہنامہ الفرقان میں شائع ہوئے تھے

ان میں پہلا مضمون ہے "**تبلیغی جماعت اور اس کا کام** — مختصر تعارف" یہ جولائی ۸۰ء کے "الفرقان" میں "نگاہ اولیں" کے زیر عنوان لکھا گیا تھا۔ اس میں تبلیغی جماعت کی دعوت اور اس کے طریق کار کا مختصر تعارف کرایا گیا ہے۔ امید ہے کہ جن حضرات کو ان تبلیغی جدوجہد میں کبھی عملی شرکت کا اتفاق نہیں ہوا ہے وہ اس کے مطالعہ سے کسی درجہ میں علمی نظری اور ابتدائی واقفیت حاصل کر سکیں گے، اور یہ واقفیت انشاء اللہ عملی شرکت کا وسیلہ بن جائے گی۔

دوسرا مضمون ہے "تبلیغی جماعت سے متعلق چند سوالات کا جواب" یہ تبلیغی جماعت کے متعلق ایک سی، آئی، ڈی افسر کے ایسے سوالات کا جواب ہے جو بہت سے دلوں میں پیدا ہوتے ہوں گے — یہ اگست ۷۷ء کے "الفرقان" میں لکھا گیا تھا۔

تیسرا مضمون "جماعت اسلامی" کے بانی اور مرشد عام مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی مرحوم کا ہے۔ مولانا موصوف اب سے ۴۰ سال پہلے ۱۹۳۹ء میں (جبکہ انھوں نے "جماعت اسلامی" قائم نہیں کی تھی) حضرت مولانا محمد الیاس رحمۃ اللہ علیہ کے تبلیغی کام کو دیکھنے سمجھنے کیلئے دہلی آکر حضرت مولانا محمد الیاس رحمۃ اللہ علیہ سے ملے تھے، اور اس وقت کے تبلیغی کام کے خاص میدان علاقہ میوات کا اسی غرض سے دورہ کیا تھا۔ اس دورہ میں انھوں نے جو کچھ دیکھا اور سمجھا تھا اسکو اپنے

رسالہ "ترجمان القرآن" میں "ایک اہم دینی تحریک" کے عنوان سے لکھا تھا اور اس کی شعبان ۱۳۵۹ھ کی اشاعت میں شائع ہوا تھا اس سے نقل کر کے یہ اکتوبر ۱۹۷۹ء کے "الفرقان" میں بھی شائع کیا گیا تھا ـــــ یہ مضمون جماعت اسلامی سے تعلق رکھنے والے حضرات کے لئے خاص طور سے قابل مطالعہ ہے ۔

چوتھا مضمون ہے "جماعت اسلامی اور تبلیغی جماعت" یہ دراصل ایک طویل سوال کا جواب ہے ـــــ سوال کرنیوالے صاحب نے لکھا تھا کہ "جماعت اسلامی" سے تعلق رکھنے والے حضرات "تبلیغی جماعت" اور اس کے کام پر یہ اعتراضات کرتے اور یہ نقائص بتلاتے ہیں اس کا جو جواب دیا گیا تھا وہ بھی خاصا طویل ہو گیا تھا، یہ بھی اکتوبر ۷۹ء کے الفرقان میں شائع ہوا تھا۔

پانچواں مضمون ہے "تبلیغی جماعت کے خلاف بریلوی حضرات کی یلغار" یہ بھی ایک صاحب کے خط کے جواب میں لکھا گیا تھا جنھوں نے لکھا تھا کہ ہمارے علاقہ میں بریلوی حضرات تبلیغی جماعت کے خلاف طوفان برپا کیے ہوئے ہیں اور ایسے ایسے گھنونے اور گندے الزامات لگاتے ہیں ۔ یہ جواب نومبر ۷۷ء کے الفرقان میں شائع ہوا تھا ۔

مناسب سمجھا گیا کہ ان مضامین کو کتابی شکل میں یکجا شائع کر دیا جائے ۔ اس کے مطالعہ سے ان شاء اللہ تبلیغی جماعت کی حقیقت و نوعیت اور اسکی دعوت و طریق کار کو کسی درجہ میں سمجھا جا سکے گا اور اس کے خلاف مختلف حلقوں کی طرف سے جو باتیں نادانستہ غلط فہمی سے یا دانستہ شرارت و بد نفسی سے پھیلائی جاتی ہیں ان کی حقیقت معلوم ہو جائیگی ۔ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے لئے اس کو نافع بنائے اور قبول فرمائے ـــــ

محمد منظور نعمانی (۲۹ محرم ۱۴۰۰ھ ۲۰ دسمبر ۷۹ء)

تبلیغی جماعت

اور اس کا کام

مختصر تعارف

از محمد منظور نعمانی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ہمارے اس برصغیر (ہند پاکستان اور بنگلہ دیش) ہی میں نہیں، بلکہ پورے ایشیا اور یورپ اور افریقہ و امریکہ وغیرہ میں بھی غالباً اب کوئی ملک اور علاقہ ایسا نہ ہوگا جہاں مسلمانوں کی قابل لحاظ آبادی ہو اور "تبلیغی جماعت" والے دین کی محنت اور جد و جہد کی دعوت لیکر وہاں نہ پہونچے ہوں اور اس سلسلہ میں وہاں کوئی کام نہ ہو رہا ہو ــــــ جن لاکھوں بلکہ کروڑوں بندوں سے دین کے ان خادموں کا واسطہ پڑتا ہے وہ اپنی اپنی سطح اور سمجھ کے مطابق اتنا ضرور جانتے ہیں کہ ان کا مقصد اور ان کی بنیادی دعوت یہ ہے کہ ہم مسلمان حقیقی مسلمان بن جائیں اور امت محمدیہ میں وہ ایمان اور ایمان والی زندگی عام ہو جائے جس کی دعوت لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تھے اور قرآن مجید میں جس کا مطالبہ ان آیات میں کیا گیا ہے یَا أَیُّهَا الَّذِینَ آمَنُوا آمِنُوا اور ــــ یَا أَیُّهَا الَّذِینَ آمَنُوا ادْخُلُوا فِی السِّلْمِ كَافَّةً ..... الآیہ

اس کام کے لئے ان کا ایک خاص پروگرام اور طریق کار ہے وہ سب سے پہلے دعوت دیتے ہیں کہ مسلمان کلمہ شریف (لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللهِ) کی اہمیت اور حقیقت کو سمجھیں، اس کلمہ میں جو کچھ فرمایا گیا ہے اس کا یقین اپنے اندر پیدا کرنے اور بڑھانے کی کوشش کریں اس کو اپنی زندگی کی بنیاد بنائیں، اللہ تعالیٰ

کے ساتھ لاشریک عبدیت و عبادت کا ہمارا وہ تعلق اور معاملہ ہو جو لآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ کا تقاضا ہے اور سیدنا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اتباع و اطاعت اور محبت کا وہ رویہ ہو جو مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہ پر ایمان لانے کا مقتضیٰ ہے ــــــ الغرض اپنی دعوت کی بات وہ کلمہ شریف سے شروع کرتے ہیں۔ اس کے بعد اسلامی اعمال میں سے وہ خصوصیت سے نماز پر زور دیتے ہیں کہ ہر مسلمان نماز پابندی سے ادا کرے جیسا کہ اللہ و رسول کا حکم ہے، اور ظاہر و باطن کے لحاظ سے حتی الامکان اس طرح نماز پڑھنے کی کوشش کرے جس کی تعلیم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دی تھی اور جس کی یہ تاثیر ہے کہ وہ آدمی کو پاک صاف اور اللہ و رسول کی فرماں برداری اور آخرت کی فکر اور تیاری کا عادی بنا دیتی ہے۔

اس کے بعد وہ اس پر زور دیتے ہیں کہ ہر مسلمان اپنے حالات کے مطابق بقدر ضرورت دین سیکھنا ضروری سمجھے (خواہ جاننے والوں اور دینداروں کی صحبت سے یا کتابی تعلیم سے) اسی طرح ہر مسلمان اس بات کی کوشش کرے کہ ذوق و شوق کے ساتھ اللہ پاک کا ذکر اس کی عادت اور زندگی کا وظیفہ اور لذیذ مشغلہ بن جائے ("علم" سے راستہ معلوم ہوتا ہے اور "ذکر" چلنے کی قوت اور اس کا داعیہ پیدا کرتا ہے ــــ اس ذکر میں اللہ تعالیٰ کی حمد و تسبیح، قرآن مجید کی تلاوت، استغفار درود شریف اور دعا سب شامل ہیں)

اس کے ساتھ وہ یہ بھی دعوت دیتے ہیں کہ ہم سب مسلمان اس کی کوشش

کریں کہ ہمارے اخلاق اور ہمارا برتاؤ اللہ کے سب بندوں کے ساتھ خاص کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے امتیوں کے ساتھ ان کے حق اور مرتبہ کا لحاظ کرتے ہوئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم وہدایت کے مطابق ہو ــــــ اور ہم دنیا کے لئے اسلامی اخلاق کا نمونہ بن جائیں ــ

اور ایک اہم بات اس سلسلے میں وہ یہ کہتے ہیں کہ خود اپنے اندر یہ سب چیزیں پیدا کرنے کے لئے اور امت محمدیہ میں ایمان اور ایمانی صفات اور ایمان والی زندگی اور دعوت کو پھر سے عام اور برپا کرنے کے لئے جماعتوں کی شکل میں سفر وہجرت اور اس راہ میں اپنے چین وآرام اور وقت اور مال کی قربانی کو ہم سب اپنی زندگی کا جزء بنالیں اور خاص کر ان دنوں میں انہی مشاغل میں مشغول رہیں اور "لایعنی" سے بھی پرہیز کریں۔ ("لایعنی" وہ مشاغل ہیں جو نہ دین کے لئے ضروری اور مفید ہوں نہ دنیا کے لئے، اگرچہ فی نفسہٖ مباح اور جائز ہوں)

اور آخری بات اس سلسلہ میں وہ یہ کہتے ہیں کہ یہ سب کچھ اور ہماری زندگی کے سارے ہی کام صرف اللہ تعالیٰ کی رضا اور ثواب آخرت کے لئے ہوں کوئی دنیوی مفاد یا مصلحت مقصد کے طور پر ہمارے سامنے نہ ہو ــــ ہم کوشش اور مشق کریں کہ یہ ہمارا حال ہوجائے ــــ

قُلْ إِنَّ صَلَاتِي وَنُسُكِي وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِي لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَبِذٰلِكَ أُمِرْتُ وَأَنَا أَوَّلُ الْمُسْلِمِيْنَ ۝

یہ لوگ اس تبلیغی کام کے سلسلہ میں کسی "شیخ" سے بیعت ہونے یا کسی سلسلہ اور حلقہ سے وابستہ ہونے، یا کسی جماعت اور انجمن کا ممبر یا معاون بننے یا کسی مخصوص فقہی مسلک یا صوفیانہ مشرب کو اختیار کرنے کی دعوت نہیں دیتے۔ بلکہ جماعت کے اکابر کی طرف سے تاکید کی جاتی ہے کہ ایسی باتوں سے پرہیز کریں اور صرف اللہ و رسول کی طرف اور دینی زندگی اور دین کی دعوت و محنت کی دعوت دیں ——— راقم سطور نے بار بار حضرت مولانا محمد الیاس رحمۃ اللہ علیہ سے خود اپنے کانوں سے سنا کہ وہ تاکید فرمایا کرتے تھے کہ جہاں تک ہو سکے اس کی کوشش کرو کہ دین کی اس دعوت کے سلسلہ میں میری ذات اور میرے نام کا ذکر نہ آئے۔

بہر حال تبلیغی جماعتیں جہاں جاتی ہیں وہ انہی مذکورہ بالا باتوں کی دعوت دیتی ہیں، جماعت کے اہل علم حضرات یہی باتیں اپنے علمی انداز میں کہتے ہیں اور دوسرے لوگ جن میں بعض بہت کم پڑھے لکھے بھی ہوتے ہیں، یہی باتیں اپنی سطح اور سمجھ کے مطابق اپنی زبان میں کہنے کی کوشش کرتے ہیں۔ (یہ جماعتی سلسلہ ہی ان کا مدرسہ اور ان کی تربیت گاہ ہے)

ان تبلیغی سفروں میں عام طور سے ہر شخص اپنا خرچ حتی الوسع خود اٹھاتا ہے، ان میں وہ بھی ہوتے ہیں جو آخرت کے اجر و ثواب کی امید پر ہزاروں خرچ کر کے ہوائی جہازوں یا بحری جہازوں سے دور دراز ملکوں کا سفر کرتے ہیں وہ بھی ہوتے ہیں جو ٹرینوں اور بسوں سے جاتے ہیں، وہ بھی ہوتے ہیں جو اپنا

سامان سروں پہ رکھ کے مہینوں مسلسل پیدل پھرتے ہیں ـــــ اللہ کے یہ بندے ان سفروں میں عموماً مسجدوں میں قیام کرتے اور زمین پر سوتے ہیں ـــــ جن بیچاروں کو کلمہ نہیں آتا وہ ان سفروں میں کلمہ اور نماز سیکھتے ہیں ـــــ جنہوں نے قرآن شریف نہیں پڑھا وہ ساتھیوں سے قرآن شریف پڑھتے ہیں ۔ نوافل اور ذکر اللہ کی عادت ڈالتے ہیں، اچھے اخلاق کی اور دوسروں کی خدمت اور اکرام کی مشق کرتے ہیں ـــــ راتوں کو اٹھ کر اللہ کے حضور میں رونے اور توبہ واستغفار اور دعائیں کرنے والے ساتھیوں کو دیکھ کر ان کے دلوں میں بھی اس کا شوق پیدا ہوتا ہے اور وہ بھی یہ دولت حاصل کرنے کی کوشش کرتے ہیں اور بہت سوں کو اللہ تعالیٰ نصیب فرماتا ہے ۔

یہ سب باتیں وہ سب مسلمان جانتے ہیں جن سے تبلیغی جماعت والوں کا واسطہ پڑتا ہے اور جو ان کے ساتھ وقت گزارتے ہیں ـــــ اللہ ہی جانتا ہے کہ اس کے کتنے لاکھ یا کتنے کروڑ بندوں کی زندگیاں اس دعوت ومحنت اور اس تبلیغی کام کے نتیجہ میں بدل چکی ہیں ـ

جماعت سے متعلق

تبلیغی

چند سوالات کا جواب

از محمد منظور نعمانی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

قریباً ۲۵-۲۶ سال پہلے کی بات ہے، اس وقت راقم سطور کی رہائش لکھنؤ کے محلہ بلوچپورہ میں تھی مکان کے بالکل برابر میں محلہ کی بارونق اور آباد "صدیقی مسجد" تھی، رمضان مبارک کا مہینہ تھا اور میں اسی مسجد میں معتکف تھا، ایک صبح کو ۹-۱۰ بجے کے قریب محلہ کے ایک بھائی آئے اور انھوں نے کہا کہ "ایک صاحب آپ سے ملنا چاہتے ہیں، کوئی سرکاری آدمی معلوم ہوتے ہیں اور غالباً غیر مسلم ہیں" میں نے کہا ان سے کہہ دیجیے کہ میں اس وقت باہر نہیں آسکتا اس لئے وہ خود میرے پاس یہیں مسجد میں آجائیں! ——— وہ صاحب آگئے اور شریفانہ انداز میں آداب اور مزاج پرسی کے بعد انھوں نے صفائی سے تبلاد یا کہ میرا تعلق محکمہ سی آئی ڈی سے ہے اور اگر آپ اجازت دیں تو مجھے تبلیغی جماعت سے متعلق کچھ باتیں آپ سے دریافت کرنی ہیں[۱] ——— میں نے ان سے کہا

---

[۱] اس زمانہ میں اللہ تعالیٰ کی توفیق سے تبلیغی جماعت کے کام میں عملی حصہ لینے کا اور جماعتوں کے ساتھ سفر کرنے کا بھی کچھ زیادہ موقع مل جاتا تھا، جس کی وجہ سے باہر کے لوگ راقم سطور کو بھی جماعت کے خواص اور ذمہ داروں میں سمجھتے تھے (حالانکہ واقعہ میں میری یہ حیثیت نہیں تھی) افسوس ہے کہ بعد میں ضعف ہمت اور بعض دوسرے مشاغل کے غالب آجانے کی وجہ سے جماعت کے ساتھ سفروں اور دوسرے عملی کاموں میں بہت کمی آگئی اور اب تو معذوری نے بالکل خانہ نشین کر دیا۔ یفعل اللہ ما یشاء و یحکم ما یرید

آپ بے تکلف دریافت فرمائیں جو کچھ معلوم ہوگا وہ انشاء اللہ بتلادوں گا ـــــ انھوں نے اپنے بیگ سے ایک کاغذ نکالا جس میں انگریزی میں غالباً کچھ سوالات لکھے ہوئے تھے، اور "جماعت" سے متعلق کوئی بات پوچھی، میں نے کہاکہ اس کے علاوہ اور جو کچھ دریافت فرمانا ہو وہ بھی بتلادیجیے۔ انھوں نے اور دو چار سوال کیے ـــــ میں نے کہا، میں یہ مناسب سمجھتا ہوں کہ اس جماعت کی کچھ تاریخ اور اس کے کام کی خاص نوعیت اور طریقۂ کار پہلے کچھ تفصیل سے آپ کے سامنے بیان کردوں، اس کو آپ غور اور توجہ سے سن لیں اس کے بعد آپ سوالات کریں۔ اس طرح آپ جوابات کو بہتر طریقہ سے سمجھ سکیں گے۔

پھر میں نے اپنی معلومات کے مطابق حضرت مولانا محمد الیاس رحمۃ اللہ علیہ کی شخصیت کا اور میوات کے علاقہ میں جس طرح انھوں نے اس کام کو شروع کیا اور اس کے جو نتائج نکلے اس کا تذکرہ کیا، پھر تدریجی طور پر دوسرے علاقوں میں جس طرح یہ کام پھیلا اور کام کا طریقہ اور اس کے خاص اصول اور تبلیغی جماعتوں کے سفروں کا مقصد اور ان کا دنوں اور راتوں کا پروگرام اور ان کے اجتماعات اور ان کی دعوت، ان سب کی اس گفتگو میں اس عاجز نے وضاحت کی ـــــ اس ضمن میں اس کا بھی ذکر آگیا کہ تبلیغی جماعت کوئی باقاعدہ تنظیم نہیں ہے، نہ اس کا کوئی ممبر یا رکن ہے نہ صدر یا سکریٹری جیسا اس کا کوئی عہدہ دار ہے، نہ کہیں اس کا دفتر ہے نہ اس کا کوئی رجسٹر ہے جس میں جماعت سے تعلق رکھنے والوں کے نام

لکھے جاتے ہوں، نہ اس کا کوئی فنڈ ہے ـــــــ یہ بس ایسی "جماعت" ہے جیسی ہماری مسجدوں میں روزانہ پانچ وقت نماز کی جماعت ہوتی ہے۔

میں نے اپنی یہ بات قریباً ایک گھنٹہ میں پوری کی، وہ صاحب بہت غور سے اور بظاہر بڑی توجہ سے سنتے رہے اور کچھ نوٹ بھی کرتے رہے ـــــ اگر میری کوئی بات وہ پوری طرح نہیں سمجھ سکے تو درمیان میں انھوں نے فرمائش کی کہ یہ بات میں نہیں سمجھ سکا آپ دوبارہ کہہ دیجیے' اور میں برابر ان کی فرمائش کی تعمیل کرتا رہا ـــــ اس کے بعد میں نے اُن سے کہا کہ اب جو کچھ آپ کو دریافت فرمانا ہو وہ دریافت فرمائیں!

انھوں نے اپنا سوال نامہ ہاتھ میں لیا اور ہر سوال کے سامنے خود ہی اس کا جواب غالباً اشاروں میں نوٹ کرنا شروع کیا اور مجھ سے کہا کہ مجھے اپنے سب سوالوں کا جواب مل گیا اور اس کا بھی خود ہی اظہار کیا کہ آپ کی اس وقت کی باتوں سے مجھے بہت روشنی ملی اور میری روح کو بہت کچھ حاصل ہوا ـــــ آخر میں انھوں نے کہا مگر ایک بات ایسی ہے کہ میرے دل نے تو مان لیا کہ واقعہ وہی ہوگا جو آپ نے بتلایا ہے لیکن میں اس کے بارہ میں اپنے افسروں کو مطمئن نہیں کر سکوں گا اور یہ کہ آپ نے بھی بتلایا اور مجھے خود بھی کچھ معلوم تھا کہ تبلیغی جماعت کا کام ملک بھر میں ہو رہا ہے اسیطرح پاکستان میں ہو رہا ہے اور کئی ایک باہری ملکوں میں بھی ہو رہا ہے ـ اور آپ نے بتایا کہ اس کا کوئی ممبر اور صدر، سکریٹری بھی نہیں ہے اور کہیں اس کا دفتر نہیں ہے اور

اور چندہ بھی نہیں کیا جاتا ـــــ تو یہ بات کسی کی سمجھ میں آنا بہت مشکل ہے کہ ان سب چندوں کے بغیر اتنا بڑا کام کیسے ہو رہا ہے اور کس طرح پھیل رہا ہے ؟

اللہ تعالیٰ نے اسی وقت ان کی اس بات کا جواب ذہن میں ڈالا ـــــ میں نے کہا کہ آپ کی یہ بات سمجھ میں آنے والی ہے اور مجھے امید ہے کہ میری بات سن کر انشاء اللہ آپ اس بارہ میں بھی سب کو مطمئن کر سکیں گے ـــــ (میں نے کہا) آپ مجھے یہ بتایئے کہ ہندو دھرم کے ماننے والے کہاں کہاں ہیں ؟ انھوں نے کہا سارے ملک میں ہیں اور پاکستان میں بھی ہیں اور برما اور لنکا اور نیپال میں بھی ہیں اور تھوڑے تھوڑے چین ، جاپان اور یورپ کے ملکوں میں بھی ہیں ـــــ پھر میں نے کہا کہ اور بدھ مذہب کے ماننے والے کہاں کہاں ہیں ؟ انھوں نے کہا کہ ہندستان میں بھی ہیں لیکن زیادہ چین اور جاپان اور برما اور تبت وغیرہ ملکوں میں ہیں ـــــ پھر میں نے کہا کہ عیسائی مذہب کے ماننے والے کہاں کہاں ہیں ؟ انھوں نے کہا کہ امریکہ اور یورپ کے سب ملکوں میں ہیں ۔ اور ایشیا اور افریقہ کے سب ہی ملکوں میں ہیں اور ساری دنیا میں عیسائی موجود ہیں ـــــ میں نے کہا اور اسلام کے ماننے والے کن کن ملکوں میں ہیں ؟ انھوں نے کہا زیادہ تو عرب ملکوں میں ہیں اور ہندستان اور پاکستان میں اور تھوڑے بہت دنیا کے سارے ہی ملکوں میں ہیں

اس کے بعد میں نے ان سے کہا کہ آپ نے تاریخ ضرور پڑھی ہوگی ، کیا تاریخ اور اتہاس سے اس کا کچھ پتہ چلتا ہے کہ ہندو دھرم کے بانیوں نے یا مہاتما گوتم بدھ یا حضرت عیسیٰ نے یا پیغمبر اسلام حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے یا ان کے ابتدائی ساتھیوں اور پیرو

کاروں نے اپنے دھرم اور دین و مذہب کے پھیلانے کے لئے کوئی پارٹی بنائی تھی یا کوئی انجمن قائم کی تھی، جس کے ممبر اور صدر سکریٹری وغیرہ عہدیدار تھے اور چندہ کے ذریعہ اس کے لئے کوئی فنڈ قائم کیا تھا؟ ——— انھوں نے کہا کہ نہیں، تاریخ سے یہ بات نہیں معلوم ہوتی۔

میں نے کہا اصل بات یہ ہے کہ جو کام خالص دینی اور مذہبی ہوتے ہیں جن میں دنیا کی لگاوٹ نہیں ہوتی، اور جو صرف اللہ کی رضا کے لئے اور اللہ کے بندوں کو اللہ سے جوڑنے کے لئے اور خاص کر مرنے کے بعد نجات اور کامیابی حاصل کرنے کے لئے کئے جاتے ہیں، ان کے لئے باقاعدہ پارٹی یا انجمن بنانے اور ممبر بھرتی کرنے اور فنڈ جمع کرنے کی ضرورت نہیں ہوتی، ان کا طریقہ یہ ہوتا ہے کہ لوگوں کو اللہ کی طرف اور اس کے راستہ کی طرف بلایا جاتا ہے اور جو اس راستہ پر آجائیں ان سے کہا جاتا ہے کہ تم بھی اسی طرح بندگان خدا کو اللہ کی طرف اور اس کے راستہ کی طرف بلاؤ، اور جس حد تک بھی ہو سکے اپنے کو اور اپنی ہر چیز کو اس کے لئے وقف کر دو ——— بس اسی طرح کام چلتا اور پھیلتا رہتا ہے۔ اللہ کے پیغمبروں اور ہادیوں نے اسی طرح کام کیا ہے، تبلیغی جماعت کا کام بھی اسی طریقہ پر ہو رہا ہے ——— میری یہ بات سن کر ان صاحب نے کہا بس اب میں نے سب سمجھ لیا اور میں دوسروں کو بھی سمجھا سکتا ہوں اور مطمئن کر سکتا ہوں۔

احیاءِ دین

کی جدّوجہد کا صحیح طریقہ

اور ایک قابلِ تقلید نمونہ

از۔ مولانا سیّد ابوالاعلیٰ مودودی مرحوم

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

[مرحوم مولانا مودودی صاحب نے یہ مضمون اب سے ٹھیک ۴۰ سال پہلے لکھا اور شعبان ۱۳۵۸ھ (اکتوبر ۱۹۳۹ء) کے "ترجمان القرآن" میں "ایک اہم دینی تحریک" کے عنوان سے شائع کیا تھا ______
یہاں مضمون پر جو عنوان قائم کیا گیا ہے وہ ادارۂ الفرقان کی طرف سے ہے]

گذشتہ ماہ رجب کے اواخر میں مجھ کو دہلی سے متصل ایک علاقہ میں جانے کا اتفاق ہوا جو "میوات" کے نام سے معروف ہے۔ ایک مدت سے سن رہا تھا کہ وہاں مولانا محمد الیاس کاندھلوی کی رہنمائی میں خاموشی کے ساتھ ایک تحریک چل رہی ہے جس نے دس بارہ سال کے اندر اس علاقہ کی کایا پلٹ دی ہے۔ آخر کار شوق طلب نے مجھے مجبور کر دیا کہ خود جا کر حالات کی تحقیق کروں۔ اس سفر میں جو کچھ میں نے دیکھا اور جو نتائج میں نے اخذ کئے ہیں چاہتا ہوں کہ انھیں ناظرین ترجمان القرآن تک بھی پہونچا دوں تاکہ اللہ کے جو بندے درحقیقت کچھ کرنا چاہتے ہیں ان کو کام کرنے کے لئے ایک صحیح راہ مل سکے۔

میو قوم دہلی کے آس پاس الور، بھرت پور، گوڑ گانوہ اور دوسرے متصل علاقوں میں آباد ہے۔ اندازہ کیا جاتا ہے کہ اس کی مجموعی تعداد ۲۶ لاکھ سے

کم نہیں ہے۔ اب سے صدیوں پہلے غالباً حضرت نظام الدین محبوب الٰہی رحمۃ اللہ علیہ اوران کے خلفاء و متبعین کی کوششوں سے اس قوم میں اسلام پہونچا تھا، مگر افسوس کہ بعد کے زمانوں میں مسلمان حکمرانوں اور جاگیرداروں کی غفلت سے وہاں اسلامی تعلیم اور اسلامی تربیت کا کوئی انتظام نہیں کیا گیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ جو لوگ حکومت کے مرکز سے اس قدر قریب آباد تھے ان میں قدیم جاہلیت کی تمام خصوصیات باقی رہیں اور رفتہ رفتہ وہ اسلام سے اس قدر بعید ہوتے چلے گئے کہ ان میں بجز اس خیال کے کہ "ہم مسلمان ہیں" اور کوئی چیز اسلام کی باقی نہ رہی۔ ان کے نام تک مسلمانوں کے سے نہ رہے تھے۔

ناہر سنگھ اور بھوپ سنگھ، ٹوئر داد اسی قسم کے ناموں سے وہ موسوم ہوتے تھے۔ ان کے سروں پر چوٹیاں تھیں۔ ان کے ہاں مورتیاں پوجی جاتی تھیں۔ اپنی حاجات کے لئے وہ انہی دیویوں کی طرف رجوع کرتے تھے جن کی پوجا قدیم زمانے میں ان کے اسلاف کیا کرتے تھے۔ اسلام سے وہ اس قدر ناواقف تھے کہ عام دیہاتی باشندوں کو کلمہ تک یاد نہ تھا۔ حتیٰ کہ نماز کی صورت تک سے وہ ناآشنا تھے۔ کبھی کوئی مسلمان اتفاق سے ان کے علاقہ میں پہونچ گیا اور اس نے نماز پڑھی تو گاؤں کے عورت مرد بچے سب اس کے گرد یہ دیکھنے کے لئے جمع ہو جاتے ہیں کہ یہ شخص کیا حرکتیں کر رہا ہے۔ اس کے پیٹ میں درد ہے یا اسے جنون ہو گیا ہے کہ بار بار اٹھتا بیٹھتا اور جھکتا ہے۔ اس کے ساتھ ہی ان

کے اندر جاہلیت کی تمام وحشیانہ عادتیں پائی جاتی تھیں۔ گندی اور ناصاف زندگی طہارت کے ابتدائی اصولوں تک سے ناواقف، عورت اور مرد سب نیم برہنہ اور شرم وحیا سے عاری، چوری رہزنی، ڈکیتی اور دوسرے مجرمانہ افعال کا ارتکاب عام طور پر پھیلا ہوا۔ کسی مسافر کا بخیریت ان کے علاقہ سے گزر جانا مشکل۔ پھر ان کے قبائل اور بطون میں چھوٹی چھوٹی جاہلانہ باتوں پر اسی قسم کی لڑائیاں ہوتی رہتی تھیں جیسی عرب جاہلیت کے حالات میں آپ پڑھتے ہیں۔ ان کی آبادی مختلف حلقوں میں بٹی ہوئی تھی اور بسا اوقات دو یا چند حلقوں میں کسی عورت یا کسی جانور یا کسی اور چیز پر ایسی عداوتیں برپا ہو جاتی تھیں جن کا سلسلہ مدتوں چلتا رہتا تھا۔ یوں اس جفاکش، بہادر اور طاقتور قوم کی ساری پیدائشی قوتیں ضائع ہو رہی تھیں، اور وہ نہ صرف اپنے لئے ترقی و فلاح کا کوئی راستہ نہ پاتی تھی بلکہ اپنے ہمسایوں کے لئے بھی سبب اضطراب بنی ہوئی تھی۔ چنانچہ جن لوگوں کو اس علاقہ کے انتظام کا تجربہ ہے وہ اعتراف کرتے ہیں کہ انگریزی حکومت اور الور و بھرت پور کی ریاستیں وہاں امن قائم کرنے اور بہتر تمدنی حالات پیدا کرنے میں ناکام رہی تھیں۔

ان حالات میں جناب مولانا محمد الیاس صاحب نے وہاں کام شروع کیا اور دس بارہ سال کی مختصر مدت میں اس قوم کے بیشتر حصہ کی کایا پلٹ دی۔ اب اس علاقہ میں قریباً ڈھائی سو مدرسے قائم ہیں جہاں دیہات

کے لڑکے آکر اپنے دین سے ابتدائی واقفیت حاصل کرتے ہیں ۔ ان میں سے
جو لوگ اعلیٰ درجہ کی دینی تعلیم حاصل کرنا چاہتے ہیں ان کے لئے دہلی سے قریب
انہی حضرت نظام الدین محبوب الٰہی کی بستی میں مدرسہ قائم ہے ، جن کی بدولت ابتداءً
اس قوم کو اسلام کی نعمت میسر ہوئی تھی ۔ اس مدرسہ میں نہ صرف علوم دینیہ کی
تکمیل کرائی جاتی ہے بلکہ طلبہ کو خالص دینی تربیت بھی دی جاتی ہے، اور تبلیغ
واصلاح کی عملی مشق کرانے کے لئے ان سے آس پاس کے دیہات میں عملی کام
بھی لیا جاتا ہے ۔ اس مدرسہ کی برکت سے خود میو قوم میں علماء اور مبلغین کی
ایک معتدبہ جماعت پیدا ہو گئی ہے جو انشاء اللہ اس قوم کو دین کے راستے
پر قائم رکھنے کی ضامن ہوگی ۔ مولانائے محترم نے خود اس قوم کے مبلغوں سے
اس کی اصلاح کا کام لیا اور ان کی پیہم کوششوں کا نتیجہ جو میں اپنی آنکھوں
سے دیکھ آیا ہوں یہ ہے کہ بعض علاقوں میں گاؤں کے گاؤں ایسے ہیں جہاں
ایک بچہ بھی آپ کو بے نمازی نہ ملے گا ۔ دیہات کی وہ مسجدیں جہاں یہ لوگ اپنے
مویشی باندھتے تھے، آج وہاں پانچوں وقت اذان اور جماعت ہوتی ہے آپ
کسی راہ چلتے دیہاتی کو روک کر اس کا امتحان لیں ۔ وہ آپ کو صحیح تلفظ
کے ساتھ کلمہ سنائے گا ۔ اسلام کی تعلیم کا سیدھا سادھا لب لباب ، جو
ایک بدوی کو معلوم ہونا چاہیے، آپ کے سامنے بیان کرے گا اور آپ کو
بتائے گا کہ اسلام کے ارکان کیا ہیں ۔ اب آپ وہاں کسی مسلمان مرد

عورت یا بچہ کو ہندوانہ لباس میں نہ پائیں گے، نہ اس کے جسم کو بے ستر دیکھیں گے، نہ اس کے گھر کو، نہ اس کے لباس کو نجاستوں میں آلودہ پائیں گے۔ ان کی عادات و خصائل اور ان کے اخلاق میں بھی اس مذہبی تعلیم و تبلیغ کی وجہ سے نمایاں فرق ہوگیا ہے۔ اب وہ متمدن اور مہذب طرز زندگی کی طرف پلٹ رہے ہیں۔ جرائم میں حیرت انگیز کمی ہوگئی ہے۔ لڑائیاں، فسادات اور مقدمات بہت کم ہوگئے ہیں ان کا علاقہ اب ایک پرامن علاقہ ہے جس کا اعتراف خود وہاں کے حکام کر رہے ہیں۔ ان کی معاشرت، ان کے لین دین، ان کے برتاؤ غرض ہر چیز میں عظیم تغیر ہوگیا ہے جس کی وجہ سے گردوپیش کی آبادی پر ان کا نہایت اچھا اخلاقی اثر مرتب ہو رہا ہے۔ اب وہ ذلت اور بے اعتباری کی نگاہ سے نہیں دیکھے جاتے، بلکہ ان کی عزت قائم ہوتی جارہی ہے اور ان کے کیرکٹر پہ اعتماد کیا جانے لگا ہے۔

مولانا نے عام دیہاتیوں کے اندر تبلیغ و اصلاح اور امر بالمعروف و نہی عن المنکر کی ایسی اسپرٹ پیدا کر دی ہے کہ جو لوگ کل تک خود گمراہ تھے، وہ اب دوسروں کو راہ راست بتاتے پھرتے ہیں۔ کھیتی باڑی کے کاموں سے فرصت پانے کے بعد مختلف قریوں سے ان دیہاتیوں کے چھوٹے چھوٹے گروہ تبلیغ کے لئے نکلتے ہیں۔ گاؤں گاؤں پہنچ کر لوگوں کو خیر و صلاح کی طرف دعوت دیتے ہیں۔ ان کا رخت سفر اور زاد راہ ان کے کندھوں پر ہوتا ہے۔ کسی پر اپنا بار نہیں ڈالتے۔ نہ کسی سے اپنے لئے کچھ طلب کرتے ہیں۔ محض اللہ کی خوشنودی ان

کے مدنظر ہوتی ہے، اور بے غرضانہ کام کرتے ہیں، اس لئے جہاں جاتے ہیں دیہات اور قصبات کی آبادیوں پر ان کا غیر معمولی اثر ہوتا ہے۔ مجھے معلوم ہوا بسا اوقات یہ لوگ پیدل گشت کرتے ہوئے دو دو سو میل تک چلے جاتے ہیں، اور جن جن بستیوں پر سے ان کا گزر ہوتا ہے وہ مذہبی بیداری اور کلمہ ونماز کے نور سے منور ہو جاتی ہیں خود مجھ کو بھی ان میں سے بعض بدوی مبلغین سے بات کرنے کا اتفاق ہوا، اور ان کی سیدھی سادی زبانوں سے جب میں نے ان کے مقاصد اور ارادے سنے تو مجھے ایسا محسوس ہونے لگا کہ آغاز اسلام میں عرب کے بدوؤں کو جس روح نے صراط مستقیم کی تبلیغ کے لئے اٹھایا تھا وہی روح ان لوگوں میں پیدا ہو رہی ہے۔ ایک جاہل کسان سے میں نے پوچھا کہ تم دورے کیوں کرتے ہو اس نے جواب دیا کہ :-

"ہم جہالت میں پڑے ہوئے تھے نہ ہم کو خدا کی خبر تھی نہ رسول کی، اس مولوی کا خدا بھلا کرے کہ اس نے ہمیں سیدھا راستہ بتایا۔ اب ہم چاہتے ہیں کہ اپنے دوسرے بھائیوں تک بھی یہ نعمت پہونچائیں جو ہمیں ملی ہے"

یہ الفاظ سن کر میری آنکھوں میں آنسو بھر آئے۔ یہی جذبہ تو تھا جس سے مخمور ہو کر صحابہ کرام اٹھے تھے اور اس طرح اٹھے تھے کہ انھیں اپنے تن بدن کا بھی ہوش نہ رہا تھا۔

اس دینی اصلاح نے میواتی قوم کے اس قبائلی انتشار کو بڑی حد تک دور کر دیا ہے جس نے اب تک ان کی قوتوں کو پراگندہ کر رکھا تھا۔ دیہات میں وقتاً

فوقتاً جلسے ہوتے رہتے ہیں جن میں بیس بیس پچیس پچیس کوس سے لوگ شریک ہونے کے لئے آتے ہیں۔ آٹھ آٹھ دس دس ہزار کا مجمع ہو جاتا ہے۔ ایک جگہ بیٹھ کر دین کی تعلیم حاصل کرتے ہیں، اور وہیں ان کے آپس کے جھگڑے بھی چکائے جاتے ہیں پھر دیہات سے جو تبلیغی جماعتیں نکلتی ہیں وہ نہ صرف دین کی تعلیمات پھیلاتی ہیں، بلکہ ساتھ ہی خود بخود باہمی اخوت و محبت کے تعلقات بھی قائم کر لیتی ہیں۔ اس طرح قبائلی تفرقہ کی جگہ رفتہ رفتہ قومی وحدت پیدا ہو رہی ہے اور ایک ایسی تنظیمی ہیئت وجود میں آتی جا رہی ہے جس سے آگے چل کر بہت سے کام لیے جا سکتے ہیں۔ تنظیم کا ماحصل اس کے سوا اور کیا ہے کہ کثیر التعداد افراد ایک آواز پر مجتمع ہوں اور ایک آواز پر حرکت کرنے لگیں۔ یہی چیز وہاں پیدا ہو رہی ہے اور بڑی حد تک پیدا ہو چکی ہے۔

یہ قابل قدر نتائج جو گنتی کے چند برسوں میں برآمد ہوئے ہیں محض ایک مخلص آدمی کی محنت و کاوش کا ثمرہ ہیں۔ وہاں نہ کوئی کمیٹی ہے، نہ چندہ ہے۔ نہ اس تحریک کا کوئی جداگانہ نام ہے، نہ اس کے ممبر بھرتی کئے جاتے ہیں۔ نہ کوئی امیر و رئیس پشت پر ہے۔ نہ کوئی اخبار نکلتا ہے۔ نہ قواعد پریڈ اور یونی فارم اور باجوں اور جھنڈوں کے نمائشی مظاہرے ہوتے ہیں۔ نہ اپنے کارناموں کا اشتہار دیا جاتا ہے۔ خاموشی کے ساتھ ایک سیدھا سا مولوی مسجد میں بیٹھا ہوا کام کر رہا ہے۔ اس غریب کو نمائش اور پروپیگنڈہ کے جدید

مغربی طریقے بالکل نہیں آتے۔ نہ اس نے آجتک اس کی ضرورت ہی محسوس کی کہ اس کے کاموں کا ڈھول دنیا میں پیٹا جائے۔ ایک خالص دینی جذبہ ہے جو اس سے یہ کام لے رہا ہے، اور ایک دھن ہے جس میں وہ رات دن لگا ہوا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس اکیلے آدمی نے جو ٹھوس کام کیا ہے وہ ہماری ان بڑی بڑی انجمنوں اور ان بلند بانگ تحریکوں سے آج تک بن نہ آیا جن کے نام آپ رات دن اخباروں میں سنتے رہتے ہیں ـــــ حقیقۃً اس نوعیت کی تحریک ہندستان کی اسلامی تاریخ میں یا تو حضرت شیخ احمد مجدد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ نے اٹھائی تھی یا حضرت سید احمد بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کا احیا کیا، یا اب مولانا محمد الیاس صاحب کو اللہ تعالیٰ نے اسے تازہ کرنے کی توفیق بخشی ہے۔

میرا مقصد اس تحریک کے حالات بیان کرنے سے یہ نہیں ہے کہ جو اشتہار اب تک نہ ہوا وہ اب ہو جائے بلکہ میں اس ذریعہ سے ان لوگوں کو جو نمائش کے طالب نہیں ہیں اور دین وملت کی کوئی حقیقی خدمت انجام دینے کے خواہشمند ہیں چند اہم امور کی طرف توجہ دلانا چاہتا ہوں۔

(۱) اس وقت ہندستان کے مسلمان عام طور پر جس حالت میں مبتلا ہیں وہ اس کی متقاضی ہے کہ ان کو از سر نو اسلام کی طرف دعوت دی جائے، اور پھر سے اس طرح مسلمان بنایا جائے جس طرح نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل عرب کو بنایا تھا۔ ان کا اخلاقی تنزل، ان کی دینی سردمہری، ان کی احکام اسلام سے

غفلت، ان کی قوتوں کا انتشار، ان کے خیالات کی پراگندگی، ان کا مختلف راستوں پر بھٹکنا اور رہبر و رہزن میں امتیاز کیے بغیر ہر پکارنے والے کی آواز پر دوڑ چلنا یہ سب نتائج ہیں اس ایک چیز کے کہ یہ لا الہ الا اللہ کے مرکز سے ہٹ گئے ہیں ہماری بنیادی غلطی، جس کی وجہ سے ہماری تمام مفید تحریکیں ناکام ہو رہی ہیں یہی ہے کہ لفظ "مسلمان" جو ان کے لئے بولا جاتا ہے، اس سے ہم دھوکا کھاتے ہیں اور ان کو واقعی و حقیقی مسلمان سمجھ کر ان سے توقع رکھتے ہیں کہ یہ مسلمانوں کی طرح کام کریں گے ۔ ہم ان کے سامنے خدا اور رسول کے احکام بیان کر کے امید رکھتے ہیں کہ یہ اس طرح ان کے آگے سر جھکائیں گے جس طرح ایک مسلمان کو جھکانا چاہیئے، حالانکہ درحقیقت یہ احکام کے مخاطب نہیں ہیں بلکہ کلمہ طیبہ کے مخاطب ہیں جبکہ ان کے دلوں میں کلمۂ لا الہ الا اللہ ہی نہیں اترا ہے پھر ان سے احکام کی وہ اطاعت، اور وہ مسلمانہ روش کیونکر ظاہر ہو سکتی ہے جو محض اس کلمہ پر ایمان لانے کا نتیجہ ہوتی ہے ۔ مولانا محمد الیاس صاحب کی کامیابی کا اولین سبب یہی ہے کہ انھوں نے کلمہ طیبہ کی تبلیغ سے کام کی ابتدا کی، پھر جو لوگ اس پر ایمان لائے وہ ہر اس حکم کی تعمیل کرتے چلے گئے جو اُن کو خدا اور رسول کی طرف سے سنایا گیا وہ لوگ حقیقت میں نومسلم ہیں اور نومسلم ہی کی خصوصیت ہوتی ہے کہ وہ جان بوجھ کر بالارادہ جس چیز پر ایمان لاتا ہے اس کے مقتضیات کو بہ طوع و رغبت پورا کرتا ہے ۔ اب جو لوگ دین کا احیاء چاہتے ہیں ان کے لئے اس کے سوا کوئی

راہ عمل نہیں ہے کہ مسلمانوں کو مسلمان فرض کر کے آگے کی منزلوں پر پیشقدمی
کرنے کا طریقہ چھوڑ دیں، اور ان میں از سر نو پہلے قدم سے دین کی تبلیغ شروع کریں

(۲) موجودہ حالات اس کے لئے سازگار نہیں ہیں، کہ کوئی آل انڈیا نظام
بنا کر کام کیا جائے۔ سر دست یہی مناسب ہے کہ جو جہاں بیٹھا ہے وہیں اپنے
اطراف و نواح یا اپنے قبیلہ کے لوگوں کو مسلمان بنانے کا کام شروع کرے
اور اپنے اندر جتنی قوت و استعداد پاتا ہو اسی کے لحاظ سے اپنے کام کا ایک دائرہ
معین کرے۔ اپنی استطاعت سے زیادہ پھیل کر کام کرنے کی کوشش کرنا آدمی
کی قوتوں کو منتشر کر دیتا ہے، اور پورے کی فکر میں ادھورا بھی نہیں ہوتا۔
لہذا مخلص کارکنوں کو جگہ جگہ چھوٹے چھوٹے حلقے بنا کر کام کرنا چاہیے
اگر حقیقت میں خلوص کارفرما ہوگا اور ذاتی خواہشات کا غلبہ نہ ہوگا تو بعد کو
یہ مختلف حلقے بڑی آسانی کے ساتھ ایک نظام میں منسلک ہو سکیں گے۔ اپنی
انفرادیت برقرار رکھنے پر اصرار وہیں ہوتا ہے جہاں نفسانیت کی کھوٹ موجود
ہوتی ہے ـــ

(۳) انجمن بازی کی ضرورت نہیں ہے کوئی علاحدہ نام رکھ کر کام کرنا بجائے
مفید ہونے کے مضر ہوتا ہے، کیونکہ اس سے غیر شعوری طور پر لوگوں میں یہ ذہنیت
پیدا ہو جاتی ہے کہ وہ اسلام میں نہیں بلکہ فلاں نام کی جماعت میں داخل ہو
رہے ہیں ـــ اس لیے بہتر یہی ہے کہ سیدھے سادے طور پر اسلام ـــ

اسی پرانی اور اصلی جماعت ـــــــ ہی کی طرف لوگوں کو دعوت دی جائے اور جب وہ اس میں داخل ہوں تو انھیں بتا دیا جائے کہ تم میں اور عام مسلمانوں میں اس کے سوا کوئی فرق نہیں کہ تم شعوری مسلمان ہو، اور وہ ابھی تک بے شعور مسلمان ہیں تمہارا فرض یہ ہے کہ ان کو بھی شعوری اسلام کی نعمت میں شریک کرو تاکہ تمہاری جماعت وسیع ہو ـ اب یہ ظاہر بات ہے کہ جو لوگ اس طرح سے ایک جماعت میں شریک ہوتے جائیں گے ان کے اندر آپ سے آپ ایک نظمی ہیئت پیدا ہوتی چلی جائے گی ـ اور قدرتی طور پر ان کا داعی اول ہی ان کا لیڈر ہوگا ـ اور وہاں ایک باضابطہ کمیٹی سے زیادہ اچھی عملی تنظیم پائی جائے گی بشرطیکہ لیڈر خود اپنی امارت قائم کرنے کا خواہشمند نہ ہو بلکہ امارت کا نشونما اس طور پر ہو جیسے بیج سے درخت پیدا ہوتا ہے ـ

(۴) علی ہذا یہ مناسب نہیں کہ نمائشی کام کے ان طریقوں کی پیروی کی جائے جو آج کل کثرت سے رائج ہو رہے ہیں اور جنھوں نے عموماً دماغوں کو مسحور کر رکھا ہے ـ لوگ اب یہ سمجھنے لگے ہیں کہ جھنڈے، نعرے، وردیاں، پریڈ، سڑکوں پر مارچ کرنا اور مصنوعی جنگیں کرنا جن کا مجموعی نام عسکری تنظیم رکھا گیا ہے کامیابی کے لئے ضروری ہیں، کیوں کہ یہی چیزیں عوام کو کھینچتی ہیں اور انہی کے لاگ سے ہزاروں لاکھوں آدمی جمع ہو جاتے ہیں ـ اسی طرح لوگوں میں یہ خیال بھی پیدا ہو گیا ہے، کہ جو شخص کسی تحریک کو چلائے اس کے لئے ایک

اخبار بھی ضروری ہے جس کے ذریعہ سے وہ باہر کی دنیا کو ہمیشہ اپنے کارناموں کی رپورٹیں پہنچاتا رہے، کیونکہ اگر دنیا کو یہ معلوم ہی نہ ہو کہ آپ نے اب تک اتنے ہزار پمفلٹ اتنی زبانوں میں شائع کئے ہیں، یا یہ کہ فلاں جگہ کسی بڑھیا کا گھر جل رہا تھا اور آپ کے خادمان خلق نے وہاں پہونچ کر اس پر اتنی بالٹیاں پانی کی ڈالیں، یا یہ کہ آپ کے متبعین کی تعداد کس رفتار سے بڑھ رہی ہے اور کہاں کہاں آپ کے کارکن کیا کیا خدمات انجام دے رہے ہیں، تو اس کے معنی یہ ہوئے کہ آپ کی ساری محنتیں رائگاں ہی گئیں ۔ آج کل بعض تحریکوں نے کچھ ایسا جادو لوگوں کے دماغوں پر کر دیا ہے کہ بعض مخلص آدمی بھی جب کوئی کام کرنا چاہتے ہیں تو ان کا ذہن خواہ مخواہ اسی طرز کی کاروائیوں کی طرف متوجہ ہو جاتا ہے ۔ لیکن میں ان کو بتانا چاہتا ہوں کہ اہل اخلاص کا یہ طریق کار کبھی نہیں رہا ۔ اور نہ اس طرز پر کوئی ٹھوس کام دنیا میں ہو سکتا ہے ایک لمبی نوک دار ٹوپی پہن کر بازار میں کھڑے ہو جائیے اور گھنٹی بجائیے آن کی آن میں بہت سے آدمی آپ کے گرد جمع ہو جائیں گے ۔ مگر کیا اس طریقہ سے جمع ہونے والی بھیڑ سے آپ اس کے سوا اور کوئی کام بھی لے سکتے ہیں کہ بس اپنی چند دوائیں بیچ لیں ۔ اس مثال سے سمجھ لیجیے کہ ظاہر فریب تدبیروں سے تماشا پسند لوگوں کا جو ہلڑ برپا ہوتا ہے وہ کوئی جہاں کشا طاقت نہیں رکھتا ۔ اس کے لئے تو صحیح طریقہ وہی ہے جو انبیاء علیہم السلام اختیار

کرتے تھے۔ یعنی یہ کہ ایک شخص خالص خدا کی خوشنودی کے لئے پتّا مار کر ایک جگہ بیٹھے، خاموشی کے ساتھ دعوت و اصلاح کا کام کرے رفتہ رفتہ لوگوں کے دل اور ان کی زندگیاں بدلے، اور برسوں کی لگاتار محنت سے مسلمانوں کی ایک ایسی جماعت تیار کرے جو تعداد کے اعتبار سے چاہے مٹھی بھر ہی ہو، مگر ایمان اور عمل صالح کی دولت سے بہرہ ور ہو۔ ایسے آدمیوں میں عقیدہ کی جو حرارت اور کیرکٹر کی جو صلاحیت ہوگی، اور احکام شرعیہ کی پابندی سے ان میں منظم اور منضبط طریقہ سے کام کرنے کی جو مستقل عادات پیدا ہوں گی، وہی درحقیقت عسکریت کی اصلی روح ہیں۔ اور یہی عسکریت ہم کو مطلوب ہے۔

(۵) جہاں تک عوام میں کام کرنے کا تعلق ہے۔ میرے نزدیک اس کے لئے وہ طریق عمل سب سے بہتر ہے اور انبیاء کے طریق عمل سے اشبہ ہے جس سے مولانا محمد الیاس صاحب نے کام لیا ہے۔ جو لوگ اس طریقہ پر کام کرنا چاہتے ہوں، ان کو میں مشورہ دوں گا کہ مولانا کے پاس جاکر ان کے کام کا ڈھنگ دیکھیں، ان کے مبلغوں کے ساتھ تعاون کر کے عملی سبق حاصل کریں اور پھر اپنے اپنے علاقوں میں اسی طرز پر دعوت و اصلاح شروع کر دیں۔ اس طرز عمل کے متعلق جو بات اچھی طرح ذہن نشین کر لینی چاہیے وہ یہ ہے کہ اس میں ابتدا بڑے صبر کے ساتھ کام کرنا پڑتا ہے۔ یہاں ہتھیلی پر سرسوں نہیں جمتی۔ اور بسا اوقات چند کام کے آدمی پیدا کرنے میں برسوں بیت جاتے ہیں۔

بارہا یہ خیال کر کے دل ٹوٹنے لگتا ہے کہ اس کاشن ناکام رہا۔ ان سختیوں سے گذرنے کے بعد کہیں کامیابیوں کا ظہور ہوتا ہے۔

(۶) جو لوگ عوام میں کام کرنا چاہیں ان کے لئے دیہی علاقے بہ نسبت شہروں کے زیادہ بہتر ہیں۔ ہماری شہری آبادیوں کا مزاج ان ہنگامی تحریکوں نے بہت بگاڑ دیا ہے جو آجکل وباؤں کی طرح پھیل رہی ہیں۔ ان تحریکوں کی وجہ سے لوگ نمائش، ریا اور ہنگامہ کے خوگر ہو گئے ہیں۔ اور کسی ایسی تحریک کی طرف بمشکل راغب ہوتے ہیں جو ان کے ظاہر کی بہ نسبت ان کے باطن کی طرف زیادہ توجہ کرنے والی ہو، اور جو انہیں اندر سے بدل کر ایک مضبوط سیرت کی تخلیق کرنا چاہتی ہو۔ لہٰذا انسب یہ ہے کہ شہروں کو سر دست ان کے حال پر چھوڑ دیا جائے اور دیہات کی آبادیوں کو درست کیا جائے جہاں ابھی تک سادہ فطرت رکھنے والے اثر پذیر لوگ پائے جاتے ہیں۔ تاہم جن لوگوں کو اپنے لئے شہروں میں کامیابی کا موقع نظر آتا ہو وہ اس سے فائدہ اٹھانے میں تامل بھی نہ کریں۔

(۷) عوام میں کام کرنے والوں کو یہ امر پیش نظر رکھنا چاہیے کہ اسلام کا پیغام ان لوگوں تک محدود نہیں ہے جو مسلمانوں کی نسل سے پیدا ہوئے ہیں بلکہ سارے انسانوں کے لئے عام ہے لہٰذا انہیں مسلم اور غیر مسلم سب کے پاس اس پیغام کو لے کر پہونچنا چاہیے۔ لیکن غیر مسلموں کو دائرہ اسلام میں

لانے کے لئے اتنی باتیں ضروری ہیں ـــــ

اولاً ہمیں ان موانع کو دور کرنا چاہیے جن کی وجہ سے غیر مسلموں میں اسلام کے خلاف شدید تعصبات پیدا ہو گئے ہیں ۔ انگریزی حکومت کے اثرات سے مسلمانوں اور غیر مسلموں کے درمیان جو سیاسی، معاشی اور معاشرتی رقابتیں پیدا ہو گئی ہیں، ان کا اثر دیہات کی زندگی تک گہرا اثر کر گیا ہے، اور آئے دن کے فسادات اور کش مکشوں نے ایسی منافرت دونوں گروہوں کے درمیان پیدا کر دی ہے کہ یہ دو مقابل کیمپ بن گئے ہیں ۔ ان حالات میں عام غیر مسلموں تک اسلام کا پیغام پہونچانا مشکل ہے، کیونکہ ان کے دل کے دروازے اس پیغام کے لئے مقفل ہو چکے ہیں ۔ اب جو لوگ تبلیغ حق کا فرض انجام دینا چاہتے ہوں ان کو سب سے پہلے اس قفل کی کنجی ڈھونڈنی چاہیے ۔ اور وہ کنجی یہی ہے کہ ان رقابتوں اور عداوتوں اور کشیدگیوں کو کم کیا جائے جو مسلمانوں اور غیر مسلموں میں پیدا ہو گئی ہیں ۔ مسلمانوں میں عام طور پر یہ ذہنیت پیدا کرنی چاہیے کہ ان کی تنظیم و اصلاح کا مقصد غیر مسلم ہمسایوں کے مقابلہ میں قومی مسابقت کے لئے تیار کرنا نہیں ہے، بلکہ خود مسلمان بننا اور دوسروں تک اسلام کی نعمت کو پہونچانا ہے ـــــ ہر مسلمان میں انصاف پسندی، فیاضی، ہمدردی، ملاطفت کے جذبات پیدا ہونے چاہئیں اور ایسے غیر مسلموں کو اس نظر سے دیکھنا چاہیے کہ یہ ہمارے بھائی ہیں جو روحانی

اور اخلاقی بیماری میں مبتلا ہیں، اور ہمارا کام یہ نہیں ہے کہ انھیں بیمار رہنے دیں اور ان سے پرہیز کریں، بلکہ یہ ہے کہ انھیں بیماری سے بچا کر تندرستوں میں شامل کریں ۔

ثانیاً عام مسلمانوں کو اپنے معاملات اور اپنے طرز زندگی کے اعتبار سے اتنا بلند ہونا چاہیے کہ محض ان کو دیکھ کر ہی ہر وہ شخص ان سے متاثر ہو جائے جس کی فطرت میں نیکی، سچائی، راست بازی، انصاف، حسن اخلاق، صفائی ستھرائی اور پاکیزہ طرز زندگی کی قدر پہچاننے کی کچھ بھی استعداد موجود ہو اگر عامۂ مسلمین میں یہ اوصاف پیدا ہو جائیں اور غیر مسلم باشندے اپنے گردوپیش کی مسلمان آبادی کو اخلاقی حیثیت سے اپنے مقابلہ میں برتر پانے لگیں، تو یقین مانئے کہ کسی کو ان سے یہ کہنے کی بھی ضرورت پیش نہ آئے گی کہ تم مسلمان ہو جاؤ ۔ ان میں جتنے راستی پسند لوگ موجود ہیں (اور کون سی قوم ایسی ہے جس میں ایسے لوگ نہیں ہوتے) وہ خود بخود اس جماعت میں شامل ہونے کی خواہش کریں گے جس کے اصول زندگی انسان کو اتنا بلند و برتر بنا دیتے ہوں ۔۔۔ لہٰذا عام مسلمانوں میں یہ ذہنیت پیدا کرنی چاہیے کہ وہ ہر وقت اپنے آپ کو اسلام کا نمائندہ سمجھیں، اور زندگی کے ہر معاملہ میں یہ سمجھتے ہوئے کام کریں کہ ان کی حرکت سے اسلام کے برحق ہونے یا نہ ہونے کے متعلق رائے قائم کی جاتی ہے ۔

ثالثاً عام مسلمانوں میں ہندوانہ اثرات کے تحت اونچ نیچ اور چھوت چھات

کے جو خیالات پیدا ہو گئے ہیں ان کی بیخ کنی کرنی چاہیے، اور انھیں اس بات پر آمادہ کرنا چاہیے کہ ہر غیر مسلم کو خواہ وہ کسی طبقہ کا ہو بالکل مساویانہ حیثیت سے اپنے نظام معاشرت میں لے لیں، اور کسی حیثیت سے اس کے ساتھ امتیاز نہ برتیں، حتیٰ کہ اس سے شادی بیاہ کے تعلقات قائم کرنے میں بھی تامل نہ کریں ـــــ

(۸) یہ نہ سمجھنا چاہیے کہ بس مذہبی اور اخلاقی حالت کی اصلاح، اور اسلامی نظام جماعت کا قیام ہی وہ آخری منزل ہے جس پر پہونچ کر ہمارا کام ختم ہو جاتا ہے بلکہ یہ سمجھنا چاہیے کہ یہ پہلی منزل ہے جسے طے کرنے کے بعد آگے بڑھنے کے لئے راستہ کھلتا ہے۔ کلمۂ طیبہ پر ایمان، اور اس مرکز پر منتشر قوموں کا مجتمع ہونا، اور احکام شریعت کی پابندی سے لوگوں کے اندر انضباط اور منظم عادات وخصائل کا پیدا ہو جانا تو دراصل وہ چیز ہے جس سے زمین ہموار ہوتی ہے تاکہ اس پر عمارت تیار کی جا سکے۔ جہاں یہ زمین ہموار ہو جائے جیسے میوات کے علاقہ میں اس وقت ہو چکی ہے۔ وہاں ان لوگوں کے لئے کام کا موقع ہے۔ جنھوں نے تنظیم شئون انسانی کے جدید طریقوں کی تعلیم حاصل کی ہے۔ انھیں چاہیے کہ وہاں جا کر مذہبی مصلحین کے ساتھ تعاون کریں اس علاقہ میں علم کی روشنی پھیلائیں ـــ وہاں کے عوام میں سیاسی بیداری اور شعور پیدا کریں۔ ان کی معاشی حالت درست کرنے کی کوشش کریں اور اسلامی اصول پر مالیات کا ایک نیا نظام تعمیر کریں۔ غرض مختلف پہلوؤں سے اس علاقہ کے لوگوں کو ترقی کے راستہ پر لگائیں، اور ان کو ایک ایسی مضبوط اور منظم حالت

تک پہونچا کر دم لیں۔ جس کا طبعی نتیجہ یہ ہو کہ خدا اپنی خلافت سے ان کو سرفراز فرما دے اور وہ زمین کے صالح وارث (نہ کہ غاصب متملک) بن جائیں ۔

(ترجمان القرآن، ماہ شعبان ۱۳۵۸ھ)

ضروری انتباہ از مرتب

اس مضمون کے سلسلہ میں یہ بات خاص طور سے قابل لحاظ ہے کہ مولانا مودودی صاحب مرحوم نے اس کے آخری حصہ میں جو خیالات ظاہر کئے ہیں، وہ ان کے اپنے خیالات ہیں جو دین کے بارہ میں ان کے مخصوص تصور اور طرز فکر کا نتیجہ ہیں ـــــ حضرت مولانا محمد الیاسؒ کا دین کے بارہ میں تصور اور طرز فکر وہی تھا جو سلف سے خلف تک تمام علمائے ربّانی کا رہا ہے ـ ان کے نزدیک دین کے نظام میں حکومت واقتدار کو "اصل مقصد اور غایت" کا مقام حاصل نہیں ہے بلکہ وہ اصل دین کے خادم اور محافظ کی حیثیت سے مطلوب ہے ـ انبیاء علیہم السلام کی اصل دعوت حکومت قائم کرنے کی نہیں، ایمان وعمل صالح کی اور اللہ کے ساتھ عبدیت کے صحیح تعلق کی ہوتی ہے وہ اسی کو اپنی بعثت کا اصل مقصد قرار دیتے ہیں ـ ہاں اس مقصد کی تحصیل وتکمیل اور خدمت وحفاظت کے لئے اگر حکومت واقتدار کی ضرورت ہو تو حالات وامکانات کے مطابق بحکم خداوندی وہ اس کے لئے بھی جدوجہد کرتے ہیں اور اس کو اللہ تعالیٰ کے قرب ورضا کا خاص وسیلہ سمجھتے ہیں ـ تبلیغی جماعت کا کام دین کے اسی تصور پر مبنی ہے ـــــ

محمد منظور نعمانی

جماعت اسلامی

اور

تبلیغی جماعت

ایک خط اور اس کا جواب

از مولانا محمد منظور نعمانی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مخدومی المکرم المحترم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

خدمت اقدس میں جماعت اسلامی اور تبلیغی جماعت سے متعلق ایک بہت ضروری عریضہ پیش ہے۔ امید ہے حضرت والا اس کی اہمیت کے پیش نظر جواب سے نوازیں گے

جماعت اسلامی کے سامنے اس وقت سب سے بڑی رکاوٹ تبلیغی جماعت اور اس کی سرگرمیاں ہیں چنانچہ تبلیغی جماعت کے روز بروز بڑھتی ہوئی دینی سرگرمیوں کو دیکھتے ہوئے جماعت اسلامی کی جانب سے تبلیغی جماعت پر کچھ نئے قسم کے الزامات عائد کئے جا رہے ہیں اور خاص طور پر پڑھے لکھے نوجوان طبقے میں ان کی اشاعت کی جا رہی ہے۔ جماعت اسلامی اپنے مخصوص پروپیگنڈے کے ذریعہ یہ تاثر پیدا کر رہی ہے کہ تبلیغی جماعت چونکہ زندگی کے ایک مخصوص اور متعین حصے کو ہی اسلامی بنانا چاہتی ہے جبکہ جماعت اسلامی کا واحد نصب العین یہ ہے کہ پوری زندگی کو سو فیصدی اسلامی سانچے میں ڈھالا جائے۔ اس لئے تبلیغی جماعت انسان کی مکمل رہنمائی کے لئے کافی نہیں ہے اس کی تمام تر سرگرمیاں نماز، روزہ، کلمے اور دعائیں سکھانے اور فضائل بتانے تک محدود ہیں جبکہ جماعت اسلامی مکمل اقامت دین کی داعی ہے اور اقامت دین سے مراد یہ ہے کہ

کسی تفریق یا تقسیم کے بغیر اس پورے دین کی مخلصانہ پیروی کی جائے اور ہر طرف سے یکسو ہو کر کی جائے۔ انسانی زندگی کے انفرادی و اجتماعی تمام شعبوں میں اسے اس طرح جاری و نافذ کیا جائے کہ فرد کا ارتقاء معاشرے کی تعمیر اور ریاست کی تشکیل سب کچھ سو فیصدی اسلام کے مطابق ہو۔ جماعت اسلامی کا واحد نصب العین یہی اقامت دین ہے اور اس کی تمام تر سرگرمیوں کا واحد محرک رضائے الٰہی اور فلاح آخرت کا حصول ہے ۔۔۔ اس کے برعکس تبلیغی جماعت کو مسلمانوں کو درپیش کسی بھی انفرادی یا اجتماعی مسئلے سے خواہ وہ سیاسی ہو یا سماجی کوئی دلچسپی یا سروکار نہیں ہے ؟ ؟

حضرت والا آج کے حالات میں یہ انتہائی اہم اور عام طور پر مسلمانوں کو متاثر کرنے والے الزامات بہت ہی قابل غور و فکر ہیں۔ تبلیغی جماعت کے دفاع کے لئے ہی نہیں بلکہ عام مسلمانوں کی تسلی و تشفی اور اشکالات دور کرنے کے لئے ایسے پروپیگنڈے اور غلط فہمیوں کا ازالہ نہایت ضروری ہے ۔۔

اس سلسلہ میں حضرت والا سے انتہائی عاجزانہ استدعا کے ساتھ پوری امید ہے کہ حضرت والا اس کا تسلی بخش جواب عنایت فرمائیں گے جس سے تبلیغی جماعت کی جو تصویر جماعت اسلامی عوام کے سامنے پیش کر رہی ہے اس کا دوسرا صحیح رخ سامنے آسکے اور اس سے جو لوگ متاثر ہیں ان کی تسلی و تشفی بھی ہو سکے ۔

جماعت اسلامی کا تبلیغی جماعت پر الزام حسب ذیل ہے :۔

تبلیغی جماعت جو کچھ کہتی اور کرتی ہے وہ صرف یہ کہ زندگی کے کچھ مخصوص حصے میں مخصوص اور متعین مسائل کو لے کر اٹھی ہے اس کا منشا صرف یہ ہے کہ مسلمانوں میں جو لوگ نماز اور روزہ سے نابلد ہیں انھیں نماز سکھائیں اور پڑھائیں ان کے کلمے اور دعاؤں کی تصحیح کرائیں انھیں نماز روزے وغیرہ کے فضائل سے آگاہ کریں، اس کی تعلیم کے لئے اپنا کچھ وقت نکالیں چنانچہ روزانہ بے شمار افراد ان کے چلوں میں جاتے اور گشت وغیرہ کرتے ہیں، مسائل و فضائل کو سیکھتے سکھاتے ہیں تبلیغی جماعت کا یہ مقصد کبھی نہیں رہا کہ وہ اسلام کو ایک مکمل نظام حیات کی حیثیت میں جیساکہ وہ ہے سمجھیں اور دوسروں کے سامنے اسے اسی حیثیت سے پیش کریں انھیں باطل افکار و نظریات اور ملحدانہ طرز حیات سے جو آج انسانی معاشرے کو پوری طرح اپنی لپیٹ میں لئے ہوئے ہیں کوئی دلچسپی نہیں ہے، انھیں ان کے مرکز کی طرف سے یہ ہدایت ہے کہ وہ ان مسائل پر کوئی اظہار خیال نہ کریں جن کا تعلق اجتماعی معاملات سے ہے اسلام اور مسلمانوں کے سلسلہ میں ملک کے مختلف سیاسی و غیر سیاسی پارٹیوں اور ایوان حکومت میں کیا سازشیں ہو رہی ہیں، مسلم پرسنل لا کیا ہے اور یکساں سول کوڈ کیا ہے، مسلمانوں کا تعلیمی مسئلہ کس طرح حل ہو اور اس کی اہمیت کیا ہے، فرقہ وارانہ فسادات کے اندر مظلومین اور سیلاب و خشک سالی کے متاثرین تک کے سلسلے میں تبلیغی جماعت کو کوئی دلچسپی نہیں ہے غیر مسلموں میں مسلمانوں اور اسلام کے تعلق سے کیا بدگمانیاں پائی جا رہی

ہیں اور ان کا ازالہ کس طرح ہو، غیر مسلموں میں، اسلام کا تعارف ہونا چاہیے اور وہ کس طرح ہو ان سب امور سے بھی تبلیغی جماعت کو کوئی دلچسپی نہیں ہے اس کے افراد اپنے اجتماعی معاملات و مسائل میں کیا طرز اختیار کرتے ہیں اکی بھی اسے کوئی فکر نہیں ہے ۔ مثلاً اگر کوئی شخص نماز روزے کی پابندی چلوں اور گشت میں تعاون اجتماعات میں شرکت کے ساتھ ساتھ محکمہ آبکاری کا انسپکٹر ہو یا کوئی رشوت یا سود کا لین دین اپنے کاروبار میں کرتا ہو عدالتوں میں جھوٹے مقدمات لڑتا لڑاتا ہو اسی طرح اور کوئی ناجائز ذرائع آمدنی رکھتا ہو اس سے تبلیغی جماعت کوئی باز پرس نہیں کرتی کیوں کہ یہ اس کا ذاتی اور معاشی معاملہ ہے اسی طرح کوئی شخص کیمونزم کانگریس، جنتا پارٹی یا کسی بھی جماعت یا پارٹی کا علمبردار ہو اس کے سیاسی نظریات کیا ہیں وہ سیاسی امور میں کیا طرز اختیار کرتا ہے، تبلیغی جماعت کو اس سے کوئی سروکار نہیں ؟؟

جواب!

باسمہٖ سبحانہٗ وتعالیٰ

مخلص مکرم ..... ! وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ کا مفصل خط ملا ___ اس سے اندازہ ہوا کہ آپ کو تبلیغی جماعت اور اس کے کام سے الحمدللہ محبت ہے اور آپ اس کو صحیح دینی خدمت یقین کرتے ہیں۔ لیکن اسی کے ساتھ اندازہ ہوا کہ ابھی آپ کا مزاج پورا تبلیغی نہیں بنا ہے، اگر آپ پورے "تبلیغی" ہوتے تو آپ کو اس کی فکر نہ ہوتی کہ جماعت اسلامی کے حضرات کی ان باتوں کا کسی تحریر یا مضمون کی شکل میں جواب دیا جائے، اس کے بجائے آپ کی کوشش صرف یہ ہوتی کہ کسی طرح ان بھائیوں کو عمل تبلیغ کو اس طرح دکھا دیا جائے کہ وہ اس کے سب پہلوؤں اور اثرات ونتائج کو خود دیکھ لیں۔ تبلیغ والوں کی حکمت عملی یا کہئے کہ طریق کار یہی ہے اور میرا ذاتی تجربہ ہے کہ جو لوگ تقریر تحریر سے کسی طرح مطمئن نہیں ہو سکتے وہ ذاتی علم ومشاہدہ کے بعد کام کرنے والوں کے شریک حال ہو جاتے ہیں۔ اِلّا یہ کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے توفیق مقدر ہی نہ ہو ___

سب سے پہلے خود میرا قصہ سنئے! شاید آپ نے کسی سے سنا ہو کہ میں جماعت اسلامی کے قیام سے بھی بہت پہلے سے مرحوم مولانا مودودی صاحب

کے ساتھ گہرا تعلق رکھتا تھا۔ ان کے فکر اور ان کی تحریروں سے بہت متاثر تھا گویا ان کا عاشق تھا (آج جو لوگ جماعت اسلامی میں بہت نمایاں ہیں ان میں اکثر اس وقت ان کو جانتے بھی نہ ہوں گے) جب ۱۹۴۱ء میں جماعت اسلامی قائم ہوئی تو میں مولانا موصوف کے ساتھ اس کے بانیوں میں تھا۔ پھر جب جماعت اسلامی کا مرکز ۱۹۴۲ء میں لاہور سے "دارالسلام" منتقل ہوا اور مولانا مودودی وہیں تشریف لے آئے تو میں بھی ہجرت کر کے وہیں پہونچ گیا ——— پھر ان کے ساتھ اسی قیام ہی کے زمانہ میں کچھ ایسے واقعات پیش آئے کہ میں شرعی طور پر یہ سوچنے پر مجبور ہو گیا کہ مجھے جماعت اسلامی کا رکن رہنا چاہیے یا نہ رہنا چاہیئے ؟ چند مہینے غور و فکر کے بعد میں نے اپنے حق میں یہی طے کیا کہ اب مجھے رکن رہنا نہیں چاہیئے لیکن اس وقت اس فیصلہ کی بنیاد میرے اور مودودی صاحب کے درمیان کوئی اصولی اختلاف نہیں تھا۔ میں اس وقت بھی ان کی اصل دعوت اور جماعت اسلامی کے کام کو صحیح سمجھتا تھا۔ (انشاء اللہ اس کی تفصیل میری کتاب "مولانا مودودی کے ساتھ میری رفاقت کی سرگزشت" سے معلوم ہو سکتی ہے۔)

میں اس وقت تک حضرت مولانا محمد الیاسؒ کے بارہ میں کوئی خاص واقفیت نہیں رکھتا تھا اگرچہ ایک دو دفعہ دیکھا تھا اور ملا تھا لیکن میرے دل نے اس سے کوئی خاص تاثر قبول نہیں کیا۔ اور ان کے تبلیغی کام اور اس کے طریق کار سے تو بالکل ہی ناواقف تھا۔ مجھے آج بھی یقین ہے کہ اگر اس وقت کوئی صاحب مجھے

اس تبلیغی کام میں شرکت کی دعوت دیتے اور تقریر یا تحریر سے سمجھانے کی کوشش فرماتے تو غالباً میں بالکل متاثر نہ ہوتا ۔ اس وقت میرے سوچنے کا خاص ڈھنگ تھا ۔ لیکن اللہ تعالیٰ کو کچھ منظور تھا کہ جماعت اسلامی سے قطع تعلق کے کچھ ہی دن بعد ایک عجیب اتفاق سے (جس کو لطیفہ غیبی ہی کہا جا سکتا ہے) چند روز میرا قیام رائے پور ضلع سہارنپور کی خانقاہ میں حضرت مولانا عبدالقادر رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں رہا ۔ میں اگرچہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت نہیں تھا بلکہ اس زمانہ میں مجھے خانقاہی اذکار واشغال سے کوئی مناسبت ہی نہیں تھی ـــــ لیکن حضرت کی شخصیت سے میں بہت متاثر اور بہت معتقد تھا ـــــ ایک دن حضرت نے ایک سلسلۂ کلام میں حضرت مولانا محمد الیاس رحمۃ اللہ علیہ کا ذکر بہت بلند کلمات میں فرمایا جو حضرت کی عام عادت نہیں تھی ، اور مجھ سے ارشاد فرمایا کہ آپ کا جب دہلی جانا ہوا کرے تو حضرت کی خدمت میں ضرور حاضر ہوا کریں اس کے دو چار دن بعد میں اپنے اس وقت کے مستقر بریلی واپس ہونے کے لئے رائے پور سے سہارنپور آیا تو یہاں میں نے سنا کہ حضرت مولانا محمد الیاس صاحب بہت سخت بیمار ہیں میں نے سوچا کہ مجھے ابھی دہلی جا کر ان کی عیادت وزیارت کرنی چاہیے ، کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ اسی بیماری میں رخصت ہو جائیں اور مجھے محرومی کا ہمیشہ افسوس رہے ـــــ میں سہارنپور سے سیدھا دہلی پہونچا ـــــ دیکھا کہ حضرت مولانا سخت مریض ہیں اور انتہائی درجہ میں کمزور ہیں ۔ جسم میں ہڈی

چمڑے کے سوا کچھ نہیں ہے۔ میں نے مصافحہ کرنا چاہا تو بجائے مصافحہ کے حضرت مولانا نے میرے دونوں ہاتھ زور سے پکڑ لئے اور بغیر کسی گفتگو اور تمہید کے فرمایا ——— مجھے دیکھنے کیوں آئے ہو، دین کی فکر کرو! میں نے عرض کیا کہ میں حاضر ہوں فرمایا کہ وعدہ کرو کم سے کم ایک ہفتہ ضرور دو گے۔ میں نے ان کی بیماری اور کمزوری کی حالت دیکھتے ہوئے بغیر سوچے سمجھے وعدہ کر لیا ———

——— یہ گفتگو رات میں عشاء کے دیر بعد ہوئی، میں اسی وقت نظام الدین پہنچا تھا۔ پھر فجر کی نماز کے بعد حاضر ہوا تو فرمایا کہ اب آپ چلے جائیے، مجھے امید ہے کہ انشاء اللہ اس بیماری سے میں اچھا ہو جاؤں گا پھر جب کام کے سلسلہ میں میرا سفر ہوگا تو اطلاع دوں گا، اس وقت آپ ایک ہفتہ کے لئے آجائیں ——— میں بریلی چلا آیا ——— واقعہ یہ ہے کہ یہ بات اس وقت کے میرے مزاج کے خلاف تھی کہ یہ جانے بغیر کہ ایک ہفتہ کس کام کے لئے دینا ہوگا، میں نے وعدہ کر لیا۔ (یہ اللہ تعالیٰ کی مشیت ہی کا کرشمہ تھا) اب یاد نہیں کہ کتنی مدت کے بعد مولانا کی طرف سے اطلاع آئی کہ فلاں تاریخ کو میں جماعت کے ساتھ لکھنؤ جانے والا ہوں، آپ بریلی سے لکھنؤ پہونچ جائیں! میں مقررہ وقت پر پہونچ گیا حضرت مولانا دہلی سے تشریف لے آئے، پہلی ہی ملاقات میں فرمایا کہ آپ بس میرے ساتھ رہیں اور جب تک ایک ہفتہ پورا نہ ہو جائے۔ کام کے بارہ میں آپ مجھ سے کوئی سوال اور کوئی بات نہ کریں، جو کچھ بات کرنی ہو ہفتہ پورا ہونے کے بعد

کریں! میں نے اپنے کو اس کا پابند کر لیا ــــ ۴-۵ دن گذرنے کے بعد مجھے یقین ہو گیا کہ امت میں ایمان اور ایمان والی زندگی پیدا کرنے اور عام کرنے کا یہ نہایت صحیح طریقہ ہے، یہ یقین دن رات کی رفاقت اور مشاہدہ سے ہوا اور ساتھ ہی یہ بھی اندازہ ہو گیا کہ اگر حضرت مولانا مجھے گفتگو فرما کر مطمئن کرنا چاہتے تو غالباً میں مطمئن نہ ہوتا ــــ

قرآن مجید سے بھی اس حکمت عملی کا اشارہ ملتا ہے ـ حضرت یوسفؑ کے واقعہ کے سلسلہ میں بیان فرمایا گیا ہے کہ جب عزیز مصر کی بیوی (جس کا نام زلیخا مشہور ہے اور جس کے گھر میں حضرت یوسفؑ ایک زر خرید غلام کی حیثیت سے رہتے تھے) ان پر فریفتہ ہو گئی تو مصر کی عورتوں میں اس کا چرچا پھیل گیا اور اس کی سہیلیوں نے اس کی اس حرکت کو بہت ہی ذلیل حرکت سمجھا ــــ تو قرآن مجید میں بیان فرمایا گیا کہ جب زلیخا کو ان سہیلیوں کی لعنت ملامت کی باتیں پہنچیں تو اس نے یہ تدبیر کی کہ ان سب کی دعوت کی اور ان کے سامنے کھانے کی ایسی چیزیں رکھی گئیں جن کو چھری سے کاٹ کاٹ کے کھانا تھا، اس لئے ہر ایک کو چھری بھی دیدی گئی۔ اور ٹھیک اس وقت زلیخا نے حضرت یوسفؑ کو بلایا ــــ وہ بے چارے غلام کی حیثیت میں تھے فوراً حاضر ہو گئے ـ جب مہمان عورتوں کی ان پر نظر پڑی تو ان کے ہوش غائب ہو گئے ـ قرآن شریف میں ہے کہ انھوں نے اس بے ہوشی اور وارفتگی کے عالم میں چھریوں سے اپنے ہاتھ کاٹ لئے

(قَطَّعۡنَ اَیۡدِیَهُنَّ) پھر زلیخا نے ان سے کہا "ذَالِکُنَّ الَّذِیۡ لُمۡتُنَّنِیۡ فِیۡهِ" (یہی ہے وہ جس کی محبت کی گرفتاری پر تم مجھے ملامت کرتی تھیں۔) اب یہ خود تمھارا کیا حال ہوا ؟

تو زلیخا نے ان عورتوں کی لعنت ملامت کا جواب دینے اور ان کو مطمئن کرنے کے لئے ان سے لمبی چوڑی بات نہیں کی، کوئی مقالہ پڑھ کر نہیں سنایا، بس حضرت یوسفؑ کو ایک نظر دکھلا دیا — تو حضرت مولانا محمد الیاس رحمۃ اللہ علیہ نے اسی حکمت عملی کے مطابق عمل کیا۔ اس ذاتی تجربہ کے بعد تبلیغی کام کے سلسلہ میں میں نے خود بھی یہی رویہ اختیار کر لیا تھا اور میں نے اس کو ہمیشہ کامیاب پایا — حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ کے وصال کے بعد ۴۴ء یا ۴۵ء میں ایک تبلیغی جماعت کے ساتھ دہلی سے پشاور تک کا میں نے سفر کیا تھا، مجھ کو ہی جماعت کا امیر بنا دیا گیا تھا۔ دو تین دن ہمارا قیام لاہور بھی رہا قیام حسب معمول ایک مسجد میں تھا — آخری دن صبح کے وقت ایک صاحب تشریف لائے انھوں نے تعارف کرایا کہ حاجی عبدالواحد صاحب ایم اے جو آپ کے دوست ہیں میرے بھی خاص دوستوں میں ہیں انھوں نے مجھے آپ کی جماعت کے بارہ میں اور خود آپ کے بارہ میں بتلایا ہے۔ میں اس وقت اسی لئے آیا ہوں کہ آپ کی جماعت کے کام اور نظام کو آپ سے سمجھوں اور اگر سمجھ میں آجائے تو اس میں حصہ بھی لوں۔ ان کی گفتگو سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ وہ ٹیلی فون یا تار کے محکمہ کے ایک افسر ہیں۔ میں نے ان سے نیازمندانہ طریقہ سے

عرض کیا کہ میں اپنے کو اس قابل نہیں سمجھتا کہ آپ جیسے اعلیٰ تعلیم یافتہ حضرات کو اس کام کے بارہ میں کچھ عرض کر کے مطمئن کر سکوں ۔ یہ کام دیکھنے سے اور عمل سے تعلق رکھتا ہے ۔ خود میں نے بھی اسے دیکھ کے اور عمل کر کے ہی کچھ سمجھا ہے ۔ اس لئے آپ سے میری مخلصانہ گذارش ہے کہ آج ہم لوگوں کی یہاں سے روانگی ہے فلاں وقت فلاں ٹرین سے انشاء اللہ روانہ ہوں گے ـــــ آپ کے لئے ممکن ہو تو چار دن کے لئے ہمارے ساتھ تشریف لے چلیں ! ـــــ وہ یہ سن کر خفا ہو گئے ـــــ بولے وہ دنیا کا کون سا کام ہے جو بتانے سمجھانے سے سمجھ میں نہیں آسکتا ، میں نے سنا تھا کہ آپ لوگ ہر ایک سے یہی کہتے ہیں کہ ساتھ چلو ، دیکھو ، تو سمجھ میں آئے گا ! ـــــ آپ ساری دنیا کو بیوقوف اور بے عقل سمجھتے ہیں ـــــ ہم مودودی صاحب کے پاس جاتے ہیں اور ان سے ان کی جماعت اور کام کے بارہ میں بات کرنا چاہتے ہیں تو وہ فرماتے ہیں کہ پہلے میری الماری بھری کتابیں پڑھ لو اس کے بعد بات کرو ! آپ لوگوں کے پاس آتے ہیں تو آپ کہتے ہیں پہلے چلہ بھر کے لئے یا دس دن یا تین دن کے لئے ساتھ چلو ! ـــــ بہر حال وہ خفا ہو کر یہ فرماتے ہوئے واپس چلے گئے ۔ میں نے ان کی خفگی زائل کرنے کے لئے کچھ عرض کیا لیکن بہ ظاہر وہ خفا ہی رہے ۔

ٹرین کے وقت پر جب ہماری جماعت اسٹیشن پہونچی تو دیکھا کہ وہی صاحب بیگ ہاتھ میں لئے تشریف لا رہے ہیں ۔ مجھ سے ڈانٹ کے فرمایا لیجئے میں تین

دن آپ کے ساتھ رہنے کے لئے آگیا ہوں! ــــــ چنانچہ وہ تین دن ہمارے ساتھ رہے اور اللہ تعالیٰ نے ان پر ایسا فضل فرمایا کہ ان تین ہی دنوں میں تبلیغی کام کے بارہ میں ان کو پورا اطمینان و شرح صدر ہو گیا اور پھر تو پورے "تبلیغی" ہو گئے (حالانکہ خود یہ عاجز کبھی پورا "تبلیغی" نہیں ہو سکا ــــــ یہ اللہ کی دین ہے (ذَالِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَاءُ)

یہ تھے ہمارے محترم دوست عبدالحمید صاحب جو آخر میں پاکستان کے ٹیلیفون اور تار کے ڈائریکٹر جنرل ہو گئے تھے اور اسی عہدہ سے غالباً ریٹائر ہوئے[1]۔ تین دن پورے ہونے پر وہ روتے ہوئے ہم لوگوں سے رخصت ہوئے اور مجھ سے فرمایا کہ "آپ نے مجھ پر بڑا احسان کیا کہ مجھ سے زبانی گفتگو کرنے سے انکار کر دیا۔ اگر آپ مجھے زبانی سمجھانے کی کوشش کرتے تو شاید میں نہ سمجھ سکتا اور اس طرح مطمئن نہ ہوتا"ــــ

اسی سفر میں ایک دوسرا واقعہ راولپنڈی میں پیش آیا، مسجد میں ہمارا قیام تھا۔ میرا معمول تھا کہ فجر کی نماز کے بعد جماعت کے اپنے ساتھیوں کو اور مسجد کے

---

[1] سنا ہے کہ عبدالحمید صاحب غیر منقسم ہندوستان کے فٹبال کے ممتاز اور مشہور کھلاڑیوں میں تھے، کلکتہ میں کوئی بڑی نامور ٹیم "موہن بگان" کے نام سے تھی یا اس کے کیپٹن بھی رہے ــــ لیکن ہماری جماعت کے ساتھ تین دن گزارنے کے بعد بس تبلیغی ہو گئے ــ اور اس دینی جدوجہد کے میدان میں بھی اللہ کی توفیق سے وہ ممتاز رہے۔

نمازیوں میں سے جو لوگ ٹھہر جاتے ان کو بھی ساتھ بٹھا کر ـــــــ "ریاض الصالحین"
سے حدیثیں پڑھ کر ان کا ترجمہ اور کچھ تشریح کیا کرتا تھا۔ اس درس کے ختم پر ایک
صاحب نے جو بڑے متین اور سنجیدہ معلوم ہوتے تھے مجھ سے کہا کہ میں آپ سے
چند منٹ الگ کچھ بات کرنا چاہتا ہوں، ۔میں ان کے ساتھ الگ بیٹھ گیا، انھوں نے
فرمایا کہ میں اس تبلیغی کام کو آپ سے سمجھنا چاہتا ہوں اور مجھے کچھ اشکالات ہیں۔آپ
اجازت دیں تو وہ پیش کرنا چاہتا ہوں ۔ میں نے اپنے معمول کے مطابق ان سے
بھی نیاز مندی سے عرض کیا کہ میں اپنے کو اس لائق نہیں سمجھتا کہ میں آپ جیسے
حضرات کے اشکالات رفع کر سکوں اور مطمئن کر سکوں ۔البتہ میری آپ سے
مخلصانہ گذارش ہے کہ ہماری جماعت کل انشاء اللہ یہاں سے پشاور کے
لئے روانہ ہوگی آپ جماعت کے ساتھ تشریف لے چلیں جو کچھ ہوتا ہے سب آپ
خود دیکھ لیں گے، اس کے بعد آپ کی جو رائے قائم ہوگی، وہ زیادہ صحیح ہوگی
انھوں نے تبلایا کہ میں یہاں ایک اسکول سے متعلق ہوں، اس لئے میرے لئے آپ کے
ساتھ چلنے کا امکان نہیں ہے، میں نے عرض کیا کہ میں اس سے زیادہ کچھ نہیں عرض
کر سکتا کہ جب کبھی اللہ تعالیٰ آپکو موقع دے آپ کسی جماعت کے ساتھ رہ کر خود دیکھیں عہ

عہ یہاں یہ بات خاص طور سے قابل لحاظ ہے کہ جماعت میں جس سطح کے حضرات ہوں گے ان کی رفاقت سے اسی سطح کے مطابق تبلیغی کام کو سمجھا جا سکے گا ـــــ خوب سمجھ لیا جائے کہ تبلیغی کام کوئی مضمون یا کتاب نہیں ہے ایک عمل ہے اور " زندگی " ہے ۔

اس گفتگو کے بعد وہ صاحب تشریف لے گئے۔ میں یہی سمجھا کہ وہ اپنے گھر تشریف لے گئے۔

اگلے دن صبح کو میں نے ان کو فجر کی نماز میں بھی دیکھا، اس کے بعد وہ "ریاض الصالحین" کے درس میں شریک رہے۔ درس کے ختم پر آج پھر انھوں نے فرمایا کہ میں چند منٹ علاحدہ بات کرنا چاہتا ہوں۔ میں ان کے ساتھ الگ بیٹھ گیا۔ انھوں نے فرمایا کہ میں آپ کے ساتھ سفر تو نہیں کر سکتا تھا لیکن کل صبح آپ سے گفتگو کرنے کے بعد میں نے یہ طے کر لیا تھا کہ میں یہیں آج کا دن اور رات جماعت ہی کے ساتھ گذاروں گا۔ میں برابر جماعت ہی کے ساتھ رہا۔ اس وقت میں آپ سے صرف یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ خدا کے فضل سے آپ کی جماعت کے ساتھ رہنے سے مجھے بہت دینی نفع ہوا اور مجھے ایمان میں تازگی محسوس ہوئی اور میرے بہت سے اشکالات کا جواب بھی مل گیا ـــــ اس کے بعد وہ مجھ سے رخصت ہو گئے ـــــــ راولپنڈی سے ہماری جماعت پشاور چلی گئی، وہاں سے کوہاٹ وغیرہ بھی جانا ہوا، وہی ہمارے سفر کی آخری منزل تھی، اس کے بعد واپسی ہو گئی ـــ

اس واقعہ کے ۲-۳ مہینے کے بعد مولانا مودودی صاحب کے رسالہ ترجمان القرآن میں (جو اس وقت تک غالباً جماعت اسلامی کا واحد ترجمان تھا) کسی صاحب کا ایک خط شائع ہوا۔ جو انھوں نے امیر جماعت کے نام لکھا

تھا۔ خط کا مضمون یہ تھا کہ :۔

"میں ۲ سال سے جماعت اسلامی کا رکن ہوں اور مجھے جماعت کے تعلق سے بہت کچھ علمی اور دینی نفع ہوا ہے لیکن ابھی حال میں ایک دوسری دینی جماعت کے چند لوگوں کے ساتھ مجھے صرف ۲۴ گھنٹے گزارنے کا موقع ملا۔ میں نے محسوس کیا کہ ان لوگوں کا دین کا تصور تو مکمل نہیں ہے ناقص ہے، لیکن ان کے ساتھ رہ کر اور انہیں دیکھ کر دل کہتا تھا کہ یہ لوگ جنتی ہیں جو کیفیت مجھے ان لوگوں کے ساتھ رہ کر نصیب ہوئی وہ اس سے پہلے کبھی نصیب نہیں ہوئی۔ اس لئے آپ سے میری گذارش ہے کہ جماعت کے ذمہ دار حضرات کو غور فرمانا چاہیے کہ ہم میں کیا کمی ہے اور اس کا تدارک کرنا چاہیے"

یاد آتا ہے کہ "ترجمان القرآن" میں خود مولانا مودودی یا جماعت اسلامی کے کسی دوسرے ذمہ دار کی طرف سے اس خط کا جواب بھی ساتھ ہی شائع ہوا تھا۔ یہ خط پڑھ کر مجھے خیال ہوا کہ غالباً یہ صاحب جنہوں نے مولانا مودودی صاحب کو یہ خط لکھا ہے، ان کو کسی تبلیغی جماعت کے ساتھ وقت گزارنے کا اتفاق ہوا ہوگا ——— اس وقت تک دفتر ترجمان القرآن میں کام کرنے والے بعض حضرات سے میرا اچھا ربط و تعلق تھا۔ میں نے دریافت کرایا کہ یہ خط کن صاحب کا تھا اور وہ کہاں کے رہنے والے ہیں؟ تو معلوم ہو گیا کہ وہ صاحب راولپنڈی کے ہیں نام بھی لکھا تھا جواب مجھے یاد نہیں رہا ——— پھر میں نے راولپنڈی

کے اپنے دوستوں سے اس بارہ میں تحقیق کی تو معلوم ہوا کہ یہ وہی صاحب تھے جو راولپنڈی میں مجھ سے ملے تھے۔ اور جماعت کے ساتھ ایک دن رات رہے تھے اگر وہ ۲۔۴ دن بھی ساتھ رہے ہوتے تو امید تھی تصور دین کے ناقص یا کامل بلکہ غلط یا صحیح ہونے کے بارہ میں ان کا ذہن صاف ہو جاتا۔

الغرض میرا سو فیصدی تجربہ ہے کہ جب کبھی اللہ تعالیٰ نے اس طریقہ پر عمل کرنے کی توفیق دی اور اس کے ساتھ دعا کے اہتمام کی بھی توفیق ملی تو نتیجہ ایسا ہی نکلا۔ اللہ تعالیٰ مغفرت فرمائے، دراصل مولانا مودودی صاحب کی تحریروں نے ان بیچاروں کے دلوں میں بٹھا دیا ہے کہ ان کے علاوہ سب لوگوں کا تصور دین ناقص ہے۔ دین کو بس انھوں نے صحیح سمجھا ہے، اگلوں نے بھی صحیح نہیں سمجھا تھا " لا الٰہ الا اللہ " کا مطلب تک صحیح نہیں سمجھا تھا[1]

اس لئے آپ سے میری گذارش ہے کہ جب جماعت اسلامی کے کوئی صاحب آپ سے اس طرح کی بات کریں جو آپ نے خط میں لکھی ہے یا آپ کو خود ہی ان حضرات سے بات کرنے کا اتفاق ہو تو صرف اس کی کوشش کریں کہ وہ حضرات چند بار مرکز نظام الدین تشریف لے جائیں اور خاص کر صبح بعد نماز فجر کا بیان سنیں جو اکثر مولانا محمد عمر صاحب پالنپوری فرماتے ہیں اور جماعتوں کی روانگی کے وقت جو " ہدایات " دی جاتی ہیں ان کو بھی غور اور توجہ سے سنیں، روانگی

[1] اس کی تفصیل میری کتاب " مولانا مودودی کیساتھ میری رفاقت کی سرگزشت " سے معلوم کی جا سکتی ہے

کی دعا میں بھی شرکت کریں، اگر ۴۰ دفعہ بھی انھوں نے ایسا کیا تو انشاء اللہ انھیں معلوم ہو جائے گا کہ اس تبلیغی کام میں اسلام کے کسی خاص جز یا اجزاء کی دعوت دی جاتی ہے یا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی لائی ہوئی تمام ہدایات و تعلیمات پر ظاہراً و باطناً عمل پیرا ہونے کی ۔ اگر اللہ نے قلب سلیم سے محروم نہیں فرمایا ہے تو انشاء اللہ ساری غلط فہمیاں دور ہو کر حقیقت سامنے آجائے گی ۔ ہاں تقریر و بیان میں جدید فیشنی اصطلاحات اور لیڈرانہ ماڈرن تعبیرات نہیں ہوں گی ۔ جو زیادہ تر صرف گزشتہ ۴۰ ۔ ۵۰ سال کے اندر گھڑی گئی ہیں بلکہ قرآن پاک اور ارشادات نبوی کی پرانی اصطلاحات و تعبیرات میں دین کی دعوت اسی طرح انشاء اللہ سامنے آئے گی جس طرح اپنے اپنے زمانہ میں حضرت حسن بصریؒ، حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ، امام غزالیؒ، حضرت مجدد الف ثانیؒ جیسے اللہ کے مقبول بندے ہمیشہ دیتے رہے ہیں ۔ جماعت اسلامی کے لٹریچر کے حساب سے ان سب کا تصور دین ناقص تھا اور یہ دین کے کسی کسی جز ہی کی دعوت دیتے تھے، پورے دین کی دعوت لیکر بس ہمارے اس زمانہ میں مولانا مودودی صاحب مرحوم ہی کھڑے ہوئے تھے ——— اللہ تعالیٰ ان بھائیوں کو عقل سلیم دے اور مولانا کی مغفرت فرمائے ۔

بہرحال میرے نزدیک ان حضرات کی خدمت اور خیر خواہی کا طریقہ

یہی ہے جو میں نے عرض کیا لیکن یہ ضروری نہیں ہے کہ اس راستہ سے بھی ہر ایک کو ہدایت مل ہی جائے۔ قرآن پاک جو کلام الٰہی اور سراپا ہدایت ہے اس کے بارہ میں بھی فرمایا گیا ہے کہ "یُضِلُّ بِهٖ كَثِيْرًا وَّيَهْدِيْ بِهٖ كَثِيْرًا" اب آپ کا کام صرف یہی ہے کہ اخلاص کے ساتھ اور صحیح طریقہ پر اپنے ساتھ اپنے ان بھائیوں کی بھی اصلاح کی کوشش کریں اور اللہ تعالیٰ سے دعا کا بھی اہتمام کریں ——— ہوگا وہ جو اللہ تعالیٰ کو منظور ہوگا۔

اگر آپ جواب اور صفائی کے پیچھے پڑیں گے تو کس کس چیز کا جواب اور کس کس الزام کی صفائی پیش کریں گے ——— یہ جو باتیں آپ نے اپنے خط میں نقل کی ہیں یہ تو اونچے معیار کے حضرات کی باتیں ہیں ——— ان لوگوں میں جو گھٹیا معیار اور پست ذہنیت کے لوگ ہیں وہ تو ایسی ایسی خرافات تبلیغ والوں کے بارہ میں صرف کہتے نہیں بلکہ لکھتے ہیں، میرا گمان ہے کہ اس سے جماعت اسلامی کے شریف الطبع حضرات کو بھی شرم آتی ہوگی۔

قریبًا ایک سال ہوا ہوگا یا کچھ کم و بیش، کسی صاحب نے رسالہ "تجلی" کا ایک پرچہ دکھایا اس میں جماعت اسلامی سے تعلق رکھنے والے کسی صاحب نے لکھا تھا کہ ایمرجنسی کے زمانہ میں جب جماعت اسلامی سے تعلق رکھنے والے جیلوں میں بند کر دیئے گئے تھے، تو تبلیغی جماعت کے لوگ ان سے کہتے تھے کہ آپ لوگ اگر ہماری جماعت میں داخل ہو

جائیں تو چھوٹ جائیں گے[1]

یہ کتنی ذلیل اور تکلیف دہ بات ہے' اور ظاہر ہے کہ جس نے یہ گھڑی ہے وہ بے چارہ "تبلیغی جماعت" سے اتنا ناواقف ہے کہ یہ بھی نہیں جانتا کہ وہ جماعت اسلامی" یا "جمعیۃ العلماء" جیسی منظم جماعتوں اور پارٹیوں کی طرح کی کوئی تنظیم نہیں ہے، جس کے ارکان، یا ممبران، یا ہمدردان یا متفقین بنائے جاتے ہوں' وہ تو صرف اپنی اور امت کی اصلاح کے لئے محنت اور قربانی کی دعوت ہے' اور اس کا ایک طریق کار ہے، اس کا نہ دفتر ہے نہ رجسٹر ہے نہ لٹریچر ہے نہ کچھ ہے، حتیٰ کہ اس کا نام "تبلیغی جماعت" بھی کبھی اس طرح نہیں رکھا گیا جس طرح جماعتوں اور تنظیموں کے مخصوص نام رکھے جاتے ہیں ـــــ حضرت مولانا محمد الیاس رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ یہ نام "تبلیغی جماعت" ہم نے نہیں رکھا، ہم تو بس کام کرنا چاہتے تھے ۔ اس کا کوئی خاص نام رکھنے کی ضرورت بھی نہیں سمجھی تھی، لوگ جس کام کرنے والوں کو "تبلیغی جماعت" کہنے لگے، پھر یہ اتنا مشہور ہوا کہ خود ہم بھی کہنے لگے

تو آپ سے مجھے عرض کرنا ہے کہ جماعت اسلامی کے بعض لوگ تو "تبلیغی جماعت"

---

[1] اس خط کے لکھتے وقت "تجلی" کا وہ پرچہ سامنے نہیں تھا اس لئے اس کی اصل عبارت نقل نہیں کی جا سکی' یہ اطمینان ہے کہ مضمون یہی تھا ۔ ۱۲

کے بارہ میں اس طرح کی ذلیل باتیں بھی کرتے ہیں، آپ کہاں تک اور کس کس بات کی صفائی دیں گے۔

نیز آپ کے خط سے اندازہ ہوتا ہے کہ بریلوی حضرات سے آپ کا واسطہ نہیں پڑتا، میرا خیال ہے کہ آپ جس علاقہ میں ہیں وہ علاقہ اس بلا سے محفوظ ہے ——— "تبلیغی جماعت" کے خلاف بریلویوں کی سرگرمیوں سے متعلق، لوگ مختلف علاقوں سے مجھے خطوط لکھتے رہتے ہیں اور ان کے پمفلٹ اور اشتہارات بھی بھیجتے رہتے ہیں، اگر آپ ان کے وہ اشتہارات اور پمفلٹ دیکھیں تو "جماعت اسلامی" والوں کو بہت ہی "غنیمت" سمجھیں!

ان بریلوی حضرات سے میرا ایک زمانہ میں زیادہ واسطہ رہا ہے، اس لئے میں ان سے اور ان کی فطرت سے زیادہ واقف ہوں، ان لوگوں کو یہ خیال ہو گیا ہے کہ تبلیغی جماعت کے کام کے نتیجہ میں زمین ہمارے پاؤں کے نیچے سے نکلتی جارہی ہے۔ اور ہماری چراگاہیں ہمارے لئے بے آب وگیاہ بنجر ہوتی جارہی ہیں، اس لئے انھوں نے اپنی ساری طاقت اب تبلیغ والوں ہی کے خلاف پروپیگنڈے پر لگادی ہے۔ ان کے پاس "جماعت اسلامی" والوں کی طرح اخبارات ورسائل تو نہیں ہیں، وہ بس پمفلٹ اور اشتہارات کے ذریعہ گولہ باری کرتے ہیں اور ان کے پیشہ ور مقررین تقریروں میں زہر اگلتے ہیں۔ لیکن ان کا یہ پروپیگنڈہ بہت ہی گھٹیا قسم کا ہوتا ہے، وہ صرف ان لوگوں پر اثر انداز

ہوسکتا ہے جن میں تعلیم کے علاوہ عقل و شعور کی بھی بہت کمی ہے، اور شاید وہ انھیں کو اپنی جائداد سمجھتے ہیں ـــــ مجھے یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ وہ لوگ "تبلیغ" والوں کے اس رویہ سے بہت پریشان ہیں کہ یہ کسی بات کا جواب ہی نہیں دیتے جھوٹے سے جھوٹے اور گندے سے گندے بہتانوں کی بھی تردید نہیں کرتے ۔ جس کی وجہ سے اکھاڑے میں گرمی نہیں آتی اور جنگ آگے نہیں چلتی ۔

واقعہ یہ ہے کہ میں خود ایک زمانہ تک تبلیغی اکابر کے اس رویہ سے متفق نہیں تھا میں چاہتا تھا کہ جو باتیں سراسر بہتان کے طور پر کہی جاتی ہیں ان کی تو ضرور تردید کی جائے اور پوری قوت کے ساتھ تردید کی جائے ـــــ لیکن تجربہ نے مطمئن کر دیا کہ اس تبلیغی کام اور اس کے ذمہ داروں کے لئے یہی رویہ صحیح ہے جو انھوں نے اپنا رکھا ہے کہ بس اپنا کام کرو، مخالفین کے معاملہ کو خدا کے سپرد کرو اور اس سے دعا کرو، ہاں اپنا احتساب خود کرتے رہو ـــ

قریباً ۲۰ ـ ۲۵ سال پہلے کا واقعہ ہے حضرت مولانا محمد یوسف صاحب رحمۃ اللہ علیہ حیات تھے، پاکستان میں تبلیغی اجتماع ہوا، اس میں حضرت مولانا مرحوم تشریف لے گئے تھے ـــــ اجتماع کے بعد جماعت اسلامی پاکستان کے کسی اخبار یا رسالہ میں حضرت مولانا مرحوم سے نسبت کر کے ایک ایسی بات شائع ہوئی جو میرے نزدیک بلاشبہ غلط تھی، میں نے اس کی تردید ضروری سمجھی اور مولانا مرحوم کی خدمت میں عریضہ لکھا۔ مولانا نے مجھے جواب میں لکھوایا

کہ آپ اس کی تردید میں کچھ نہ لکھئے، اگر آپ تردید کریں گے تو وہ لوگ آپ کی تردید کی تردید کریں گے اور دوبارہ وہی پھر لکھیں گے اور پہلے سے بھی زیادہ زور سے لکھیں گے۔ آپ پھر تردید کریں گے تو وہ تیسری بار لکھیں گے اور ۔اور زیادہ زور کے ساتھ لکھیں گے۔ نتیجہ یہ ہوگا کہ جو غلط بات ابتک صرف ایک دفعہ چھپی ہے وہ دو دفعہ اور تین دفعہ اور زیادہ زور کے ساتھ چھپے گی۔

حضرت مولانا محمد الیاس رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے بعد حضرت مولانا محمد یوسف رحمۃ اللہ علیہ شدت کے ساتھ اس پر قائم رہے اور جہاں تک مجھے معلوم ہے اب بھی اسی شدت کے ساتھ اس اصول پر عمل ہو رہا ہے۔

ایک بات اور بھی آپ کے سوچنے کی ہے ۔ اگر جماعت اسلامی کے حضرات کی ان باتوں کا جواب دینے کی کوشش کی جائے جو آپ نے خط میں لکھی ہیں تو اس کا ذریعہ کیا ہوگا ؟ میری طرح آپ کو بھی اندازہ ہوگا کہ نشر و اشاعت اور پروپیگنڈے کے وسائل اور ان کے استعمال کی مہارت کے لحاظ سے جماعت اسلامی ہندستان و پاکستان میں دوسری تمام منظم جماعتوں اور سیاسی پارٹیوں سے بھی فائق ہے ـــــــ اور تبلیغی جماعت کا حال آپ کو معلوم ہے کہ اخبار یا رسالہ نکالنے یا اشتہار و پمفلٹ کے ذریعہ اپنی بات پہونچانے کے وہ قائل ہی نہیں اور اس معاملہ میں اس حد تک پہونچے ہوئے ہیں کہ وہ یہ بھی نہیں چاہتے کہ جماعت کے کام کی دوسرے اخبارات و رسائل میں اشاعت ہو

میرے ذاتی علم میں یہ واقعہ ہے کہ ایک جگہ تبلیغی اجتماع ہونے والا تھا۔ تبلیغ والوں کے علم میں آیا کہ بعض اخبارات نے اس کا خاص انتظام کیا ہے کہ وہ روزانہ پورے اہتمام سے اجتماع کی کاروائی شائع کریں گے ــــــ تو چند باوقار حضرات کی ایک جماعت نے اخبارات کے دفتروں کا گشت کیا اور لجاجت وخوشامد سے درخواست کی کہ ہمارے ساتھ آپ کا بڑا تعاون یہی ہے کہ آپ ہمارے کام کی اپنے اخبارات کے ذریعہ تشہیر نہ کریں ــ ان کو سمجھایا کہ ہمارا کام اگرچہ کوئی راز نہیں ہے لیکن اس کی مصلحت اسی میں ہے کہ اخبارات کے ذریعہ اس کی تشہیر نہ ہو ــ اس نظریہ سے کسی کو اتفاق ہو یا نہ ہو لیکن تبلیغی کام کرنے والوں نے اسی کو اپنا رکھا ہے۔

بعض حضرات تبلیغی جماعتوں میں ایسے لوگوں کو دیکھ کر جن کی شکل وصورت دینداروں کی نہیں ہوتی، مخلصانہ طور پر اعتراض کرتے ہیں۔ ان کو بتلانا چاہیے کہ تبلیغ والے تو ایسوں کو بلکہ زانیوں، شرابیوں کو بھی خوشامد کر کے ساتھ لیتے ہیں ــــــ حضرت مولانا محمد الیاسؒ فرماتے تھے کہ میں نے تو دھوبی کی بھٹی لگائی ہے، اس میں بھنگی کے گھر کا کپڑا بھی آئے گا اور گُو میں سنا کپڑا بھی آئے گا۔ پھر اللہ جسے چاہے گا پاک فرما دے گا۔"

میں نے آپ کے خط کا جواب لکھوانا شروع کیا تھا تو اندازہ تھا کہ آپ کے خط سے کچھ بڑا ہو جائے گا ــــــــــــ لیکن

بات میں بات نکلتی چلی گئی اور بجائے خط کے یہ ایک اچھا خاصا مضمون ہو گیا، بلکہ اب سوچ رہا ہوں کہ الفرقان کا اکتوبر کا شمارہ جو اس وقت تیار ہو رہا ہے آپ کا خط اور اپنا جواب اس میں شائع کر دوں ـــــــ چونکہ آپ نے خط اشاعت کے لئے نہیں لکھا ہے اس لئے اس میں آپ کا نام نہیں دیا جائے گا۔

آخر میں ایک بات اور عرض کرتا ہوں ـــــــ جماعت اسلامی کے بعض حضرات ایسے بھی ہوتے ہیں جو آپ جیسے حضرات کے پیچھے پڑ جاتے ہیں۔ اور کسی طرح معاف نہیں کرتے اور اس میں وہ بالکل مخلص ہوتے ہوں گے۔ ان سے پیچھا چھڑانے کی ایک آسان ترکیب میں آپ کو بتاتا ہوں اور ہو سکتا ہے کہ وہی ان کی اصلاح کا ذریعہ بن جائے۔ ابھی حال میں ایک کتاب شائع ہوئی ہے (افسوس ہے کہ اس کا نام میرے نزدیک انتہائی نامناسب بلکہ خود کتاب کے مقصد کے لئے بھی مضر ہے، اگر کتاب کی اشاعت سے پہلے مجھے معلوم ہو جاتا تو میں کتاب کے مصنف و مرتب صاحب کو اصرار سے مشورہ دیتا کہ وہ یہ نام ہرگز نہ رکھیں) اس کا نام ہے "آپ بیتی کی روشنی میں مودودیت بے نقاب"، یہ دراصل چند ایسے حضرات کے مضامین یا ان کے مضامین کی تلخیص کا مجموعہ ہے جو جماعت اسلامی کے صف اوّل کے ارکان میں تھے اور اس کے بڑے پرجوش و سرگرم داعی رہے تھے، جماعت اسلامی کے بانی مرحوم مولانا سیّد ابو الاعلیٰ مودودی صاحب کے خاص رفقاء میں تھے۔

پھر برسوں بعد انھوں نے یہ محسوس کر کے بلکہ گویا آنکھوں سے دیکھ کے کہ مودودی صاحب دین کی جو تشریح کر رہے ہیں اور جس پر جماعت اسلامی کی بنیاد ہے وہ حقیقت میں ایک طرح کی تحریف ہے ۔ اور یہ راستہ زیغ و ضلال کا ہے ۔ مولانا مودودی کا ساتھ چھوڑا اور جماعت اسلامی سے علاحدگی اختیار کی ۔ اور پھر انھوں نے اپنی یہ "آپ بیتی" پوری تفصیل کے ساتھ لکھی[1] ۔

یہ حضرات اس عاجز کے بھی جانے پہچانے ہیں یہ سب جماعت کے عام رکن اور ورکر نہیں بلکہ اس کے رہنماؤں میں اور بعض بانیوں میں تھے ۔ انھوں نے جو کچھ لکھا ہے وہ "شہادت حق" ہے اور جماعت اسلامی کے لوگوں پر اللہ کی حجت ہے ۔

میں نے ان مضامین کو پڑھا ہے اور میری رائے یہ ہے کہ جو بھی حق کا طالب اور مخلص ان مضامین کو پڑھے گا اگر اللہ نے اس کو قلب سلیم عطا فرمایا ہے تو وہ ان حضرات کے موقف کو برحق سمجھے گا اور ان سے اتفاق کرے گا ۔ اور اس کو معلوم ہو جائے گا کہ جماعت اسلامی کے حضرات مودودی صاحب کے بارہ میں اور دین کے بارہ میں کیسی غلط فہمی میں ہیں ——— اس لئے

---

[1] یہ مضامین ان حضرات نے مختلف اوقات میں لکھے اور بعض رسائل میں یا کتابی شکل میں الگ الگ شائع ہوئے تھے ـــ ۱۲

میرا مشورہ ہے آپ یہ کتاب منگوالیں[1] - اور آپ کے جو دوست احباب آپ سے اس طرح کی باتیں کہتے ہوں جو آپ نے خط میں لکھی ہیں۔ ان کو مطالعہ کے لئے بس یہ کتاب دیدیں۔

میرا خیال ہے کہ دین کے بارہ میں مودودی صاحب اور جماعت اسلامی کی سنگین وخطرناک غلطیوں سے عام مسلمانوں کو واقف کرانے کے لئے جو کتابیں اب تک لکھی گئی ہیں ان میں سے جو میری نظر سے گذری ہیں یہ کتاب ان میں سب سے زیادہ مفید ہے۔ اس کے مرتب مولانا عبدالقدوس رومی مفتی شہر آگرہ ہیں۔

آپ کے خط کا جواب الحمدللہ پورا ہوگیا ——— اس کے بعد آپ سے اور "الفرقان" کے ذریعہ تبلیغی کام کرنے والے سب ہی دوستوں سے یہ عرض کرنا ضروری سمجھتا ہوں کہ دوسروں کے اعتراضات والزامات سے بہت زیادہ فکر ہم آپ کو اس کی کرنی چاہیے کہ خود اپنا احتساب کرتے رہیں اور اپنا جائزہ لیتے رہیں میرا ہمیشہ سے خیال ہے کہ اجتماعات اور مرکزوں میں روانگی کے وقت جماعتوں کو جو ہدایات دی جاتی ہیں وہ دراصل اصلاح وہدایت کا اور اس کے لئے دینی

---

[1] یہ کتاب "کتب خانہ الفرقان" سے بھی طلب کی جا سکتی ہے۔

منیجر کتب خانہ الفرقان - ۳۱ نیا گاؤں مغربی۔ لکھنؤ

دعوت و محنت کا مکمل نصاب ہے۔ ان ہدایات کی پابندی کا پورا اہتمام کیا جائے ــــــ یہ عاجز تو اب معذور ہو گیا ہے مقامی مرکز تک بھی جانا نہیں ہوتا لیکن مختلف مقامات کے مخلص اور دردمند دوستوں سے برابر سنتا رہتا ہوں کہ کام کی سطح میں بڑا فرق اور انحطاط ہو رہا ہے ــــــ میرے نزدیک اس کا خاص سبب یہی ہے کہ بہت سے بھائی اب ہدایتوں کو بس رسمی طور پر سن لیتے ہیں ان پر عمل کا جو اہتمام ہونا چاہیے ان میں بہت کمی ہے اس لئے آخری گذارش یہی ہے کہ دل و جان سے اس کا اہتمام کیا جائے کہ اجتماعات اور مراکز میں ہدایتوں کا دینا اور سننا "رسم" اور "عادت" نہ بن جائے بلکہ ہدایت دینے والے کی دلی فکر اور کوشش اور اللہ سے دعا یہ ہو کہ یہ باتیں سننے والے بھائیوں کے دلوں میں بیٹھ جائیں، اور سننے والوں کی فکر یہ ہو کہ یہ باتیں اس طرح ہمارے ذہن نشین ہو جائیں کہ ہم انہی کی روشنی میں زندگی گزارنے کے عادی بن جائیں۔

ایک اور چیز جس کا اہتمام بے حد ضروری ہے وہ یہ ہے کہ جماعت میں جو صاحب دعوت کی بات کرنے والے ہوں وہ اگر عالم نہیں ہیں اور تبلیغی کام کرنے والے علماء کی صحبت میں بھی زیادہ نہیں رہے ہیں تو وہ اپنی دعوتی گفتگو میں ہرگز حضرت مولانا انعام الحسن صاحب یا حضرت مولانا محمد عمر صاحب پالنپوری جیسے حضرات علماء کی نقل کرنے اور لمبی تقریر فرمانے کی کوشش نہ کریں سیدھی سادی مختصر بات کریں جیسی پرانے میواتی میانجی حضرات کیا کرتے تھے

_____ وہ لوگ بالکل سادی اور مختصر بات کرتے تھے _____

میرا اندازہ ہے کہ ان بے پڑھے لکھے _____ یا بہت کم پڑھے لکھے مخلص بندوں کی ان سیدھی سادی باتوں سے اللہ کے ہزاروں بندے اللہ والے اور جنتی بن گئے _____ جو شخص تبلیغی کام کو اچھی طرح نہ سمجھ لے اور اس کی تربیت حاصل نہ کرلے اس کو دعوتی گفتگو کے لئے کھڑا نہیں کرنا چاہیے۔

_____ اس سلسلہ میں ایسی ایسی باتیں میرے سننے میں آئی ہیں جو بہت ہی فکر و تشویش میں ڈالنے والی اور علمارِ حق کو بھی تبلیغ سے بدظن کرنے والی ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہماری، اور اپنے دین کے کام کی، غلطیوں سے حفاظت فرمائے

_____ والسلام

۲۳ ذیقعدہ ۱۳۹۹ھ ۱۶ اکتوبر ۱۹۷۹ء

تبلیغی جماعت کے خلاف

بریلوی حضرات کی

یلغار

از محمد منظور نعمانیؒ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حیدر آباد کے علاقہ سے ایک صاحب نے (جنہیں اللہ تعالیٰ نے تبلیغی جماعت کی دینی جدوجہد میں شرکت کے لئے اپنی زندگی کی اصلاح اور آخرت کی فکر نصیب فرمائی ہے) بڑے دکھ اور درد کے ساتھ اپنے خط میں لکھا ہے کہ (بریلوی سلسلہ کے) فلاں مولوی صاحب ہمارے علاقہ میں آئے اور ۲۰-۲۵ دن ٹھیر کے مسلسل تقریریں کیں اور ہر تقریر میں تبلیغی جماعت کے خلاف اعتراضات اور اتہامات کی بوچھار کی اور لوگوں کو باور کرانے کی کوشش کی کہ یہ جماعت گمراہوں کی بلکہ کفار اور دشمنان رسول کی جماعت ہے، اس کے پاس بھی نہ جائیں، بلکہ ڈٹ کر اس کی مخالفت اور مقابلہ کریں، ان لوگوں کو اپنی مسجدوں میں ٹھیرنے کی اور بات کرنے کی اجازت نہ دیں بلکہ مسجدوں میں ان کو آنے بھی نہ دیں .... وغیرہ وغیرہ

انھوں نے یہ بھی لکھا ہے کہ بہت سے لوگ جو تبلیغی جماعت اور اس کے کام کی نوعیت سے واقف نہیں تھے وہ ان باتوں سے متاثر بھی ہوئے اور انھوں نے مخالفت شروع کر دی ہے اور بعض حلقوں اور مسجدوں میں کام کرنا مشکل ہو رہا ہے

واقعہ یہ ہے کہ اس طرح کے خطوط ملک کے مختلف اطراف سے مسلسل آتے رہتے ہیں، وہ لوگ مجھ سے مشورہ چاہتے ہیں کہ ہمیں کیا رویہ اختیار کرنا چاہیے ؟ میں نے مناسب سمجھا کہ اس سلسلہ میں کچھ اصولی باتیں "الفرقان" میں لکھ دی جائیں ــــ وَاللّٰہُ الْهَادِیْ اِلٰی سَبِیْلِ الرَّشَادِ۔

قرآن مجید میں بار بار یہ واقعہ بیان فرمایا گیا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق کے وقت جب شیطان اپنی متکبرانہ سرکشی کی وجہ سے بارگاہ خداوندی سے ملعون و مردود قرار پایا

تو اس نے درخواست کی کہ مجھے قیامت تک کی مہلت دیدی جائے (اَنْظِرْنِی اِلٰی یَوْمِ یُبْعَثُوْنَ) اس کو مہلت دیدی گئی، اسی وقت اُس نے یہ بھی کہا کہ میں ابن آدم کی اولاد کو گمراہ کرنے اور اپنے لشکر میں شامل کرنے کی بھرپور کوشش کروں گا (لَاُغْوِیَنَّھُمْ اَجْمَعِیْنَ) چنانچہ اس کی یہ کوشش ہر دور میں جاری رہی، قرآن پاک ہی میں ہے کہ اس دنیا میں جب بھی اللہ کی طرف سے کوئی نبی و رسول ہدایت کا کام اور پیغام لے کر آئے اور انھوں نے لوگوں کو اللہ کے راستے کی طرف بلایا تو ہمیشہ شیطان اور جنوں اور انسانوں میں سے اس کے چیلے ان کے مخالف اور دشمن بن کے کھڑے ہو گئے (وَکَذٰلِکَ جَعَلْنَا لِکُلِّ نَبِیٍّ عَدُوًّا شَیٰطِیْنَ الْاِنْسِ وَالْجِنِّ) سب سے آخر میں ہمارے آقا وہادی خاتم النبین سیدنا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم جب مبعوث ہوئے اور آپ نے مکہ معظمہ میں توحید اور دین حق کی دعوت کا کام شروع کیا تو شیطان ہی نے مکہ کے اشرار ابوجہل وابولہب وغیرہ کو آپ کی مخالفت پر کھڑا کر دیا (جس کی تفصیل ہر پڑھے لکھے مسلمان کو کچھ نہ کچھ معلوم ہے) آپ کے دور میں، اور آپ کے بعد بھی ایک مدت تک شیطان اپنی ہزار کوششوں کے باوجود آپ کے امتیوں اور آپ پر ایمان لانے والوں کو گمراہ نہیں کر سکا، لیکن اس کے بعد مختلف اسباب سے لوگوں کے ایمان اور علم وعمل میں کمزوری آئی تو وہ شیطانی حملوں سے محفوظ نہیں رہ سکے اور خود مسلمانوں میں طرح طرح کی اعتقادی گمراہیاں اور اعمال واخلاق میں خرابیاں شیطانی کوششوں کے نتیجہ میں پیدا ہوتی رہیں ـــــ اسی کے ساتھ اللہ کے کچھ بندوں کو توفیق ملتی رہی کہ وہ ان کی اصلاح کی اور شیطانی اثرات سے ان کو بچانے کی فکر اور کوشش کریں ـــــ ضلالت اور ہدایت کے یہ دونوں سلسلے تسلسل کے ساتھ

جاری رہے اور جاری ہیں ـــــــ اگرچہ حق پرستوں اور حق کے داعیوں کو کبھی کبھی سخت پریشانیاں بھی پیش آئیں اور بظاہر شیطانی کوششوں نے حق اور اہل حق کے لئے فضا کو بہت زیادہ ناسازگار اور زہر آلود بھی کر دیا (جیسا کہ کبھی کبھی انبیاء علیہم السلام کو بھی پیش آیا) لیکن آخری نتیجہ ہمیشہ یہ ہوا کہ اللہ کی مدد سے داعیانِ حق و ہدایت کامیاب ہوئے (جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا) امتِ محمدیہ میں حق و باطل اور ہدایت و ضلالت اور اولیاء الرحمٰن و اولیاء الشیطان کی کش مکش کی تاریخ کا خلاصہ یہی ہے جو ان سطروں میں عرض کیا گیا ۔ اس لئے یقین رکھنا چاہیے کہ جب بھی اور جہاں بھی اللہ کے بندوں کی اصلاح و ہدایت کی کوشش ہوگی شیطان اور اس کی ذریت کی طرف سے اس کی مخالفت اور مزاحمت بھی ضرور ہوگی ۔ اور خاص کر ہماری اس صدی میں بریلوی سلسلہ کے علمبردارانِ تکفیر نے اس مشن کو اس طرح اپنا لیا ہے کہ معلوم ہوتا ہے کہ اسی کام کے لئے یہ لوگ پیدا کئے گئے ہیں ۔

ہر کسے را بہر کارے ساختند میل او را در دلش انداختند

قریبًا ساٹھ سال سے میں خود اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا ہوں کہ جب کسی اللہ کے بندے یا کسی جماعت اور طبقہ نے امت محمدیہ کو شیطانی اثرات سے بچانے اور فسق و فجور اور شرک و بدعت اور خدا فراموشی اور آخرت کی طرف سے بے فکری کی گندگی دلوں سے نکالنے کی کوشش کی اور اللہ کے بندوں کو کچھ ہدایت ہونے لگی تو یہ بریلوی اس کے پیچھے پڑ گئے طرح طرح کے بہتان لگائے ، طوفان اٹھائے اور تکفیر کے تیر

برسائے ــــــ حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ، حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ اور ان کے بعد حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ وغیرہ اکابر علماء دیوبند وسہارنپور رہ تھا ہیں جنھوں نے اپنے اپنے دور میں اپنے کو امت محمدیہ کی دینی خدمت واصلاح کے لئے وقف کر دیا تھا اور بلاشبہ یہ حضرات اور ان کے رفقاء رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اور آپ کے دین کے وفادار سپاہی اور لشکری تھے اور ان کی قلبی قلمی اور زبانی ساری جدوجہد اسی مقصد کے لئے تھی کہ امت محمدیہ شیطانی اثرات وجراثیم سے محفوظ رہ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بتائے ہوئے راستہ پر چلے اور آپ کے نقش قدم کی پیروی کرے۔ (اور ان کی کوششوں کے نتیجے آج نہ صرف ہندستان میں بلکہ مشرق ومغرب میں ہر دیکھنے والے کو نظر آتے ہیں) لیکن تکفیر کے علمبردار، ان ناخدا ترسوں نے (جو دانستہ یا نادانستہ بلاشبہ شیطان کے آلہ کار ہیں) ان حضرات کے خلاف پروپیگنڈہ کیا کہ یہ معاذ اللہ دشمن رسول ہیں، ان کی طرف وہ عقیدے اور وہ باتیں منسوب کیں جن کے بارہ میں خود ان حضرات نے بار بار لکھا ہے کہ جو شخص ایسے عقیدے رکھے یا ایسی باتیں کہے یا لکھے وہ اسلام سے خارج ہے ــــ پھر علماء دیوبند کی طرف سے بلا مبالغہ سیکڑوں بلکہ ہزاروں بار تحریروں اور تقریروں کے ذریعہ اسی حقیقت کا اظہار کیا گیا اور ایسی وضاحت کی گئی جس کے بعد کسی کے لئے بدگمانی بلکہ شک شبہ کی بھی گنجائش نہیں رہتی، لیکن ان ناخدا ترسوں کے رویہ میں آج تک ذرہ برابر فرق نہیں آیا ــــــ اسی طرح اب سے قریباً اسی سال پہلے جب ایس دوران حضرت مولانا شاہ فضل رحمٰن گنج مرادآبادیؒ کے خلیفہ ارشد حضرت مولانا محمد علی مونگیریؒ

کی دعوت وتحریک پر مختلف مکاتب فکر سے تعلق رکھنے والے علمار کی ایک جماعت "ندوۃ العلمار" کے نام سے قائم ہوئی اور اس نے امت مسلمہ کی اصلاح اور خاص کر اس کے خواص اور علمار کے درمیان اتحاد اور تعاون واشتراک عمل کے لئے ایک تحریک کی شکل میں جد وجہد شروع کی تو بریلوی حلقہ کے سرخیل "اعلیحضرت مولانا احمد رضا خاں بریلوی" تکفیر کا جھنڈا ہاتھ میں لے کر اپنے لاؤ لشکر کے ساتھ اس کے خلاف صف آرا ہوگئے، ان کے ایک سوانح نگار نے (جو ان کے خلیفہ بھی ہیں) فخر کے ساتھ لکھا ہے کہ اعلیحضرت نے قریبًا سو رسالے ندوہ کی مخالفت اور تردید وتکفیر میں لکھے اور اس تحریک کو ختم کر کے دم لیا۔ (ذکر رضا)

ندوۃ العلمار کے ذمہ دار حضرات کی طرف سے شروع شروع میں جوابدہی کی گئی اور بتایا گیا کہ جن باتوں کو ہماری تکفیر کی بنیاد بنایا جارہا ہے۔ ہم ان سے قطعًا بری ہیں، ہم توحید، رسالت آخرت، قرآن مجید اور تمام ضروریات دین پر ایمان رکھتے ہیں اور مسلک اہل السنۃ کے پابند ہیں ــــــــ لیکن تکفیر کی مشین گنوں سے گولہ باری اس کے بعد بھی اسی طرح جاری رہی

ان تجربوں نے یقین دلایا ہے کہ ان بریلوی حضرات کو جواب دینے اور صفائی پیش کرنے کی کوشش فضول ہے، تبلیغی کام کرنے والوں کو چاہیے کہ وہ اخلاص کے ساتھ صرف اللہ کی رضا اور اجر آخرت کو مطمح نظر بنا کر اپنی اصلاح اور دین کی اور امت کی خدمت کا وہ کام کرتے رہیں جس کی اللہ تعالیٰ نے ان کو توفیق دی ہے اور دینی نقطۂ نظر سے جس کے صحیح اور مقبول ہونے میں کسی ایسے شخص کو شبہ نہیں ہوسکتا جو کتاب و سنت کا علم بھی رکھتا ہو اور تبلیغی جماعت کے اصول اور طریق کار کو بھی اچھی

طرح جانتا ہوں ۔

تبلیغی جماعت اور اس کے کام کا اس کے سوا کوئی مقصد نہیں ہے کہ امت محمدیہ میں ایمان والی زندگی عام ہو جائے

اس مقصد کیلئے جماعت کا ایک خالص عملی پروگرام ہے جس میں مندرجہ ذیل چند باتوں پر خصوصیت سے زیادہ زور دیا جاتا ہے۔

(۱) اسلام کی اولین بنیاد کلمہ طیبہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ پر ایمان نصیب ہو جائے ۔ اس کلمہ کی کما حقہ، عظمت دل میں آجائے ۔ اس میں جو حقیقت بیان فرمائی گئی ہے اس پر قلب و روح کو یقین و اطمینان نصیب ہو جائے اور زندگی اسکے سانچے میں ڈھل جائے

(۲) نماز زندگی کا جزبن جائے ۔ اس کو حتی الامکان صحیح طور پر اور اچھے سے اچھے طریقہ سے ادا کرنے کا اہتمام ہونے لگے ۔ اس میں برابر ترقی کی (یعنی ظاہراً و باطناً کماً و کیفاً) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ پر ادا کرنے کی فکر اور کوشش ہوتی رہے ۔

(۳) ہر شخص اپنی ضرورت کے مطابق دین سیکھنا ضروری سمجھے اور سیکھنے کی فکر اور کوشش کرے

(۴) اللہ کا ذکر و فکر (جس میں تلاوت، دعا، استغفار، درود شریف وغیرہ بھی شامل ہیں) ہماری عادت اور کم از کم صبح و شام کا وظیفہ بن جائے ۔

(۵) ہمارے اخلاق اور ہماری معاشرت (یعنی اللہ کے بندوں کے ساتھ ہمارا رویہ اور معاملہ) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت کے مطابق ہو جائے ۔ (جس کا خلاصہ یہ ہے

لے تبلیغی جماعت اور اس کے کام کے بارہ میں علماء حق میں سے کسی کو اگر کوئی اشکال ہوا ہے تو اس کی بنیاد ہمیشہ کوئی غلط فہمی یا بعض کام کرنے والوں کی غلطیاں ہوئی ہیں ۔

کہ ہم حتی الوسع بندگان خدا کی خدمت اور راحت رسانی کی فکر کریں اور کسی کی ہم سے حق تلفی نہ ہو، کسی کو نقصان یا تکلیف نہ پہنچے)

(۶) ہم اس کی عادت ڈالیں اور مشق کریں کہ ہمارا ہر کام بس اللہ کی رضا کے لئے اور آخرت کے اجر و ثواب کے لئے ہو (تبلیغی کام کرنے والوں کی خاص زبان میں اس کو "اخلاص اور تصحیح نیت" کہا جاتا ہے۔)

(۷) اور سب سے آخری بات یہ کہ مذکورہ بالا ۶ چیزیں اپنے اندر پیدا کرنے اور مشق کے ذریعہ ان کو بڑھانے اور ترقی دینے اور دوسروں کو ان کی دعوت و ترغیب دینے کے لئے جماعتوں کے ساتھ حسب موقع دور یا قریب کا، سواری سے یا پیدل سفر کیا جائے ــــ یہ جماعتیں گویا چلتی پھرتی تربیت گاہیں و خانقاہیں اور دعوتی و تبلیغی قافلے ہوں، اس کے ذریعہ دین کی راہ میں تکلیفیں اٹھانے اور اپنی کمائی خرچ کرنے کی بھی عادت پڑے اور اپنے دین میں پختگی اور مضبوطی آئے ــ

تبلیغی جماعت سے تعلق رکھنے والا ہر شخص اپنی سطح کے مطابق جانتا ہے کہ تبلیغی اجتماعات اور تبلیغی سفروں میں خصوصیت سے انہی چند باتوں کی دعوت دی جاتی ہے اور انہی پر زور دیا جاتا ہے۔ اس سلسلہ میں جو جماعتیں کسی اجتماع سے یا تبلیغی کام کے کسی مرکز سے روانہ ہوتی ہیں ان کو پوری تفصیل اور وضاحت کے ساتھ انہی باتوں کی ہدایت دی جاتی ہے اور طریقہ کار بتلایا جاتا ہے ــ اور امید کی جاتی ہے کہ دین اور اہل دین سے اتنا تعلق پیدا ہو جانے کے بعد اللہ کی توفیق سے اپنی پوری زندگی کی اصلاح

کی فکر انشاء اللہ ضرور پیدا ہو جائے گی ــــــ اور اکثر یہی تجربہ ہوتا ہے۔
سوچنے کی بات ہے کیا یہ باتیں اور یہ کام کفار اور دشمنان رسول کے کرنے کے ہیں؟
بریلوی سلسلہ کے جو مولوی صاحبان اس تبلیغی کام کو کفر و گمراہی اور اس جماعت کو کفار اور دشمنان رسول کی جماعت تبلاتے ہیں، ان کے معاملہ کو تو بس خدا کے سپرد کرنا چاہیے۔ لیکن جو بیچارے سیدھے سادے ناواقف مسلمان ان کی باتوں سے متاثر ہوتے ہیں وہ یقیناً ہمدردی اور ترحم کے مستحق ہیں، ان کے لئے دل سے دعا کرنی چاہیے۔ اور اخلاص و دردمندی کے ساتھ ان کی کوشش کرنی چاہئے کہ وہ دہلی کا ایک سفر کریں جہاں اس کام کا مرکز ہے اور اس کام کو اور اسکے کرنے والوں کو اللہ کی دی ہوئی اپنی آنکھوں سے دیکھیں کہ وہ کیا کہتے اور کیا کرتے ہیں یا کم از کم قریب میں ہونے والے کسی اجتماع میں شریک ہوں ــــــ انشاء اللہ غلط فہمیاں دور ہوں گی اور خدا نے چاہا تو وہ بھی آپ کے ساتھ دین کی خدمت و دعوت اور اپنی اصلاح کی فکر میں لگ جائیں گے ــــ
آخر میں تبلیغی کام سے تعلق رکھنے والے باتوفیق بھائیوں کی خدمت میں عرض کرنا ہے کہ آپ کی نظر صرف اس پر رہنی چاہیے کہ آپ کا کام اور آپ کی دینی محنت صرف اللہ کی رضا اور اجر آخرت کی امید پر ہو اور کوئی بات شریعت کے خلاف نہ ہو ــــــ اس لحاظ سے ہمیشہ خود اپنا جائزہ لیتے رہیے ــــــ اگر یہ چیز نصیب ہے تو ساری دنیا اگر بالفرض آپ کے خلاف ہو اور آپ کو کافر و زندیق قرار دے تو آپ کا کچھ نہیں بگڑتا، آپ کا اللہ آپ سے راضی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روح پاک خوش ہے ــــــ اور

اگر خدانخواستہ آپ کی نیت میں کھوٹ ہے، کسی دنیوی مقصد یا نفسانی جذبہ سے یہ تبلیغی کام کیا جا رہا ہے یا بے احتیاطی و بے پروائی یا جہالت و ناواقفی کی وجہ سے آپ تبلیغ میں غلط باتیں کرتے ہیں (جیسا کہ کبھی کبھی بعض لوگوں کو دیکھا گیا ہے) تو پھر ہرگز خیریت نہیں ہے۔ اس صورت میں اگر بالفرض ساری دنیا آپ کی معتقد ہو جائے اور آپ پر تعریفوں کے ہار پھول چڑھائے تو خود آپ کا انجام اچھا نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اخلاص عطا فرمائے اور اپنی اصلاح اور نجات کی فکر ہمارے قلوب پر غالب کر دے اور اپنے خاص کرم سے ہماری حفاظت اور اصلاح فرمائے۔

تبلیغی جماعت اور جماعت اسلامی

اسی رسالہ میں چند صفحے پہلے اسی عنوان کے تحت ایک مضمون ناظرین کرام پڑھ چکے ہیں اس میں ایک صاحب کا طویل خط ہے جس میں جماعت اسلامی کی طرف سے تبلیغی جماعت اور اس کے کام پر کئے جانے والے اعتراضات ذکر کئے گئے ہیں ——— اور راقم سطور مدیر "الفرقان" کی طرف سے اس کا جواب ہے ——— میرے جواب کا حاصل یہ تھا کہ تبلیغی جماعت کے اکابر کا اصول یہ ہے کہ معترضین کے اعتراضات یا الزامات کے جواب پر وقت صرف نہ کیا جائے بس اس کی کوشش کی جائے کہ وہ حضرات دین کی اس محنت اور جد و جہد میں شریک ہو کر اس کو خود دیکھ لیں۔ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے امید کرنی چاہیے کہ اگر وہ حضرات مخلص ہوں گے تو ان کے اشکالات و اعتراضات خود ہی ختم ہو جائیں گے ——— الفرقان کے

صفحات میں یہ بات بہت تفصیل سے لکھی گئی تھی۔ راقم سطور کے نزدیک جماعت اور اس کے اکابر کے اصول پر خط کا وہی جواب تھا۔ لیکن بعد میں بعض حضرات نے لکھا کہ اعتراضات کے جواب میں بھی کچھ لکھا جانا ضروری ہے انشاء اللہ اس سے فائدہ ہی ہوگا۔ اس لئے بطور استدراک کے یہ چند سطریں حوالۂ قلم کی جارہی ہیں۔

محولۂ بالا خط میں جماعت اسلامی والوں کے جو اعتراضات لکھے گئے ان کا حاصل اور لب لباب یہ تھا کہ۔ تبلیغی جماعت کو مسلمانوں کو درپیش کسی بھی انفرادی یا اجتماعی مسئلہ سے خواہ وہ سیاسی ہو یا سماجی کوئی دلچسپی اور سروکار نہیں ہے۔ انھیں ان باطل افکار و نظریات اور ملحدانہ طرزحیات سے بھی جنھوں نے انسانی معاشرہ کو پوری طرح اپنی لپیٹ میں لے لیا ہے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔ ان کے علاوہ بعض باتیں ان اعتراضات میں ایسی بھی تھیں جو صرف بہتان یا ناواقفی کا نتیجہ تھیں۔

اس سلسلہ میں سب سے پہلی اور اہم قابل لحاظ بات یہ ہے کہ تبلیغی کام کی بنیاد قرآن وحدیث اور اسلامی تاریخ کی روشنی سے حاصل ہونے والے اس یقین پر ہے کہ اس زمانہ میں امت مسلمہ کو سارے عالم میں جو اجتماعی یا انفرادی مشکلات ومسائل درپیش ہیں ان کا اصلی سبب اور علۃ العلل یہ ہے کہ امت کی غالب اکثریت اس حقیقی ایمان بالغیب اور اس ایمانی زندگی سے خالی ہوگئی ہے جو اللہ تعالیٰ کی نصرت اور نظر عنایت کے لئے شرط ہے اور اس میں وہ خدا فراموشی اور آخرت سے بے فکری آگئی ہے جو انبیاء علیہم السلام کی امتوں کے لئے دنیا میں بھی تباہی اور ذلت و رسوائی کا سبب بن جاتی ہے۔ اور امت کی یہی حالت دوسری قوموں کے اسلام کی طرف آنے

میں اس وقت سب سے بڑی رکاوٹ بنی ہوئی ہے ـــــ نیز یہ یقین بھی اس تبلیغی کام کی بنیاد ہے کہ آخرت کا مسئلہ اس دنیوی زندگی کے سارے مسائل سے لاکھوں درجہ زیادہ قابل فکر ہے مگر حالت یہ ہے کہ دنیوی مسائل کی فکر کرنے والوں کی تو کمی نہیں ہے۔ ہر شخص کسی نہ کسی درجہ میں اس میں گرفتار اور اس کے لئے سرگرداں ہے، لیکن آخرت کی فکر میں دوڑ دھوپ کرنے والوں کو دیکھنے کے لئے آسمان کی آنکھیں ترستی ہیں۔

بہر حال تبلیغی جماعت کے اکابر نے اس یقین ہی کی بنیاد پر اپنی ساری توجہ اس پر مرکوز کردی ہے کہ امت میں ایمان اور ایمان والی زندگی اور آخرت کی فکر عام کرنے کی جد وجہد کی جائے ان کے نزدیک امت کے تمام مشکلات مسائل کے حل کے لئے یہ شاہ کلید ہے اور اس کے بغیر تدبیروں اور کوششوں سے اس امت کے فلاح کی کوئی امید نہیں ـــ لیکن جو افراد اور جماعتیں مسلمانوں کے دنیوی مسائل و مشکلات حل کرنے کیلئے عام سیاسی، قومی یا طبقاتی پارٹیوں کے طور طریقوں پر کوششیں کر رہی ہیں مثلاً مسلم لیگ، مسلم مجلس جمعیۃ العلماء، جماعت اسلامی اور مجلس مشاورت وغیرہ تو یہ تبلیغ والے نہ صرف یہ کہ ان کا راستہ نہیں روکتے بلکہ ان کے لئے دعاء خیر کرتے ہیں۔

جماعت اسلامی والوں کے محولہ بالا اعتراضات کے جواب کے سلسلہ میں دوسری قابل لحاظ اہم بات یہ ہے کہ اصل دین صرف وہ ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آیا ہے جس کو اصولی طور پر دو حصوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے ایک ایمان و یقین دوسرے ایمانی زندگی اس میں کوئی تبدیلی اور کوئی اضافہ قیامت تک نہیں ہوگا ـــ تبلیغی جماعت نے اسی اصل دین کو اپنے لئے حاصل کرنا اور امت میں عام کرنا اپنی جد وجہد کا موضوع بنایا ہے۔

بعد کے زمانوں میں حالات کے بدلنے سے طرح طرح کے جو سوالات پیدا ہوئے اور مسائل اٹھے اور امت کے علماء (متکلمین یا فقہاء) نے اپنے اپنے دائرہ کے سوالات کے جو جوابات دیے ــــ یہ جوابات اگرچہ دین ہی کے سلسلہ کی ایک ضرورت ہیں لیکن یہ "اصل دین" نہیں ہیں۔ ان میں رایوں کا اختلاف بھی رہا ہے ــــ سب سے پہلے اس طرح کے سوالات پہلی ہی صدی ہجری میں کچھ خاص خیالات و نظریات رکھنے والے اہل عجم کے دائرہ اسلام میں آجانے کی وجہ سے یا یونانی فلسفہ کے اثر سے پیدا ہوئے۔ ان کے جوابات معتزلہ نے اپنے عقل پرست ذہن کے مطابق دیئے اور علماء اہل السنہ نے اپنے اصول کے مطابق دیے ــــ اس کے بعد بھی قریباً ہر دور میں اس طرح کے نئے نئے سوالات پیدا ہوئے اور مختلف مکاتب فکر کے علماء اپنے اصول اور اپنی صوابدید کے مطابق ان کے جوابات دیتے رہے ــــ ۱۸۵۷ء کے حادثہ اور ہمارے اس ملک پر انگریزوں کے مکمل تسلط کے بعد مغربی فلسفہ اور سائنس کے اثر سے یہاں کچھ نئے سوالات پیدا ہوئے۔ ان کے جوابات اپنی خاص آزاد لیکن فلسفۂ مغرب سے مرعوب ذہنیت کے مطابق سر سید احمد خانصاحب اور ان کے رفقاء نے دیے اور اہل السنہ کے اصول کے مطابق اس وقت کے علماء حق حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ اور مولانا عبدالحق دہلویؒ صاحب تفسیر حقانی وغیرہ نے بھی دیے ــــ ظاہر ہے کہ یہ سارے سوالات و جوابات "اصل دین" نہیں ہیں۔ یہ اپنے اپنے وقت کا "علم کلام" ہے پھر ہمارے اس دور کے خاص حالات نے کچھ نئے سیاسی و سماجی مسائل پیدا کئے اور کمیونزم جیسے ملحدانہ نظریات حیات سامنے آئے اس کے بارے میں اس دور کے

متکلمین اسلام نے اپنے اپنے انداز میں ان کے جوابات دیے ——— لیکن جیسا کہ اوپر عرض کیا گیا یہ سب "علم کلام" ہے اصل دین نہیں ہے نہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ یہ سب کا سب صحیح و برحق اور غلطی سے محفوظ ہے۔

بہر حال تبلیغی جماعت صرف اصل دین کی داعی ہے، قومی مسائل یا علم کلام اس کا موضوع نہیں ہے۔

امید ہے کہ اس وضاحت کے بعد یہ سمجھنا آسان ہوگا کہ جماعت اسلامی کے جو حضرات تبلیغی جماعت کی دعوت اور کام پر مندرجہ بالا قسم کے اعتراضات کرتے ہیں وہ بیچارے "اصل دین" اور "علم کلام" اور وقتی قومی مسائل کا فرق نہیں سمجھتے ——— واقعہ یہ ہے کہ تبلیغی جماعت کے اکابر نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لائے ہوئے اصل دین ہی کی خدمت و دعوت کو اپنی زندگی کا موضوع بنایا ہے۔ ان کی دعوت بس یہ ہے یَا اَیُّہَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اٰمِنُوْا ——— اور ——— یَا اَیُّہَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا ادْخُلُوْا فِی السِّلْمِ کَافَّۃً"، جماعت کے اکابر کی تقریروں کو سن کر ہر وہ شخص اس حقیقت کو سمجھ سکتا ہے جو سمجھنا چاہے، اور ان کے ساتھ شریک عمل ہو کر آنکھوں سے دیکھ سکتا ہے جو دیکھنا چاہے۔

مفکر اسلام مولانا سید ابوالحسن علی ندوی
کی چند اہم شاہکار تصنیفات

تاریخ دعوت و عزیمت مکمل
مسلم ممالک میں اسلامیت اور مغربیت کی کشمکش
انسانی دنیا پر مسلمانوں کے عروج و زوال کا اثر
منصب نبوت اور اس کے عالی مقام حاملین
دریائے کابل سے دریائے یرموک تک
جب ایمان کی بہار آئی
حجاز مقدس اور جزیرۃ العرب
معرکۂ ایمان و مادیت
نئی دنیا (امریکہ) میں صاف صاف باتیں
عصر حاضر میں دین کی تفہیم و تشریح
مغرب سے کچھ صاف صاف باتیں
تزکیہ و احسان یا تصوف و سلوک

نبی رحمت مکمل
پرانے چراغ مکمل
نقوش اقبال
ارکان اربعہ
کاروان مدینہ
قادیانیت
ذکر خیر
تعمیر انسانیت
صحبتے با اہل دل
حدیث پاکستان
پا جا سراغ زندگی
اصلاحیات

ناشر ـــ فضل ربی ندوی ـــ فون ۔ ۶۱۱۸۱۷
مجلس نشریات اسلام، ناظم آباد مینشن ۔ ۱۔ کے ۳۔ ناظم آباد نمبر ۱ کراچی ۱۸